دُنیا وہ سبق سکھاتی
ہے جو دُنیا کی کوئی کتاب
نہیں سکھا سکتی۔

اصل زندگی کا اور سب تب انسان کے سامنے
آتا ہے جب وہ یتیم مسکین ہو جاتا ہے
تب احساس ہوتا ہے کہ والدین کیا
اپنے بچوں کو تحفوں میں چھپائے ہوتے
ہوتے ہیں تاکہ وہ زمانے کی سرد و گرم
سے وہ محفوظ رہیں۔
یہی اولاد ایسی نعمت ہوتی ہے
جسے جی والدین کی قدر ہوتی ہے

خواجہ معین الدین

اس ایک خواب کو سوچا تھا بہت....

انسان کی صحیح پرکھ بُرے حالات میں ہوتی ہے
بُرے حالات آئینے کی طرح ہوتے ہیں اس میں اپنا اور
دوسروں کا حال بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

وقت جو کسی قانون کا پابند نہیں۔ کسی نظریے کسی فلسفے کا قائل نہیں۔ ہر حالت میں گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی جاتی ہیں۔ موسم بدلتے رہتے ہیں۔ ثبات کہاں ممکن ہے۔ انسان غفلت کا شکار۔ تبدیلی کو خوشی کا ذریعہ بنا لینے پر کوشاں۔ تبدیلی موسم کی ہو حالات کی یا واقعات کی۔ تجربوں سے گزر کر کبھی خوشی کا ذریعہ بنتی ہے کبھی ناخوشی کا انسان مجبور ہے۔ ایک طاقت کے سامنے۔ قدرت کے آگے ورنہ اس نے اپنی قوت میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ سائنس کے ذریعے۔ ذہانت سے ترقی حاصل کی ہے۔ لیکن اسے خدائی کا اختیار نہیں۔ گو کہ بعض لوگ خدا بن جانے کی آرزو کرتے رہتے ہیں۔

یہ دنیا بھی عجیب ہے۔ کبھی خوشی کے رنگ اوڑھ کر سارے دکھ بھلا دیتی ہے کبھی دکھوں کے سمندر میں خوشیوں کے جہاز ڈبو دیتی ہے۔ شناء اپنی کم عمری کے باوجود دنیا کے بہت سے رنگ دیکھ چکی تھی اور اب اس نے حیران ہونا کم کر دیا تھا۔ اسے آس پاس کی رنگ برنگی دنیا نے تجربے مشاہدے سے گزارا تھا۔ وہ خود کو کافی عقل مند سمجھتی تھی۔ یہ احساس اسے ابھی کچھ دن پہلے ہوا تھا

Pdf by Roadsign

بلکہ جب سے فریال ان کے گھر آئی تھی۔ فریال نے دنیا کا بس ایک رنگ دیکھا تھا۔ خوشی، سکھ آرام کا رنگ جبکہ ثناء نے اور بہت کچھ دیکھا اور سمجھا تھا۔

اس دن صبح ہی سروری خالہ نہ جانے کون سا مسئلہ حل کرنے آئی تھیں۔ گھنٹہ بھر سے اماں کے پلنگ پر سر جوڑے سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ اب ثناء کوفت میں مبتلا سوچ رہی تھی۔ یہ سروری خالہ اماں سے اتنی نزدیک بیٹھی کھسر پسر کر رہی ہیں اور اپنے سر سے پلی پلائی جوئیں اماں کے بالوں میں منتقل کر رہی ہیں۔ شام تک اماں سر کھجا کھجا کر زخم ڈال لیں گی۔ آدھی رات کو بے چین ہو کر کنگھی کی تلاش۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ آج وہ اماں سے دوپہر کے لیے پکنے کا مشورہ نہیں کر سکی۔ اب اگر انہیں فرصت ملی بھی نظر اٹھا کر اس کے سوالیہ چہرے کے تاثرات دیکھنے کی تو خفا ہوں گی کہ وہ خود اپنی عقل کیوں استعمال نہیں کرتی۔ گھر میں گوشت بھی تھا۔ سبزی بھی۔ مگر شاید سروری خالہ کھانا کھا کر جائیں۔ اماں انہیں روکتی تھیں۔ کبھی کبھار آتی تھیں یہ خالہ اماں سبزی کی دلدادہ۔ فریال سبزی کے نام سے الرجک۔ سروری خالہ بھی کھانے کی شوقین۔

مگر ابھی تو ان کی کانفرنس کے خاتمے کا امکان نہ تھا کہ پاندان کے ڈھکن کھلنے بند ہونے کی آوازیں تواتر سے آ رہی تھیں۔ وہ بلی کو گود میں لئے بیٹھی انتظار کر رہی تھی۔ آخر کار اٹھی۔

صحن کی دیوار کے ساتھ پلنگ پر فریال بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ سورج اس کے منہ پر تھا۔ جب سورج دیوتا کی شوخیاں مزید بڑھیں تو فریال جھلا کر کھڑی ہو گئی۔

''ثناء، ثناء!'' اس کی چیخیں سن کر ثناء اس کی طرف دوڑی آئی۔

''یہ تمہارے گھر کا رخ کتنا غلط ہے۔ دیکھو عین منہ پر سورج آتا ہے۔ یہ دیوار اگر اس طرف ہوتی تو کیا حرج تھا۔ سورج منہ پر تو نہ چبھتا۔''

''دیوار اس طرف ہے۔ مگر ادھر دھوپ نہیں ہے اور تمہیں دھوپ چاہیے۔ جو سورج کے چھپے بغیر نہیں ملتی۔

''ہاں مگر ضروری تو نہیں کہ منہ پر ہی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سورج پیچھے سے آتا۔''

''تم سورج سے کہو۔ وہ تمہارے سر کے پیچھے سے طلوع ہوتا کہ تمہارا منہ شعاعوں سے محفوظ رہے۔''

''ایسا مشورہ تم دے سکتی ہو۔ بقراط کی خالہ جان۔'' فریال چڑ گئی۔

''تو بھئی، دیوار تو اب ہٹ نہیں سکتی۔'' ثناء نے کندھے اچکائے۔

فریال کھڑی ہو کر اسے گھورنے لگی۔ پھر اس نے پلنگ کو دیوار سے دور ہٹایا اور مخالف سمت منہ کر کے بیٹھ گئی۔ اب سورج اس کی پشت پر تھا۔ غصے سے بولی۔

Pdf by Roadsign

''اتنی سی بات تم مجھے بتا نہیں سکتی تھیں۔''

''بتا سکتی تھی۔ مگر تم ہمارے گھر کا نقشہ ہی بدلنے پر اصرار کرنے لگیں۔'' ثناء مسکرائی۔

''خیر۔ گھر کا نقشہ کیا بدلتی۔ میں تو لوگوں کے نقشے نہیں بدل سکتی۔''

''لوگوں سے مراد اگر سرفراز بھائی ہیں تو اطمینان رکھو۔ وہ جیسے ہیں۔ ویسے ہی رہیں گے۔ میں انہیں بیس سال سے ایسا ہی دیکھ رہی ہوں۔ تم دو چار دن میں کیسے بدل لوگی۔''

''بدلیں گے نہیں تو ترقی بھی نہیں کریں گے۔ یہ بہت تیز رفتار زمانہ ہے۔ جو زمانے کا ساتھ نہ دے سکا۔ وہ پیچھے رہ جائے گا۔ سمجھاؤ اپنے بھائی کو۔''

فریال کو سرفراز کی سادگی پسند تھی نہ شائستہ انداز' وہ شوخ و شریر لڑکی چاہتی تھی سرفراز اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرے' تفریح کے لیے لے جائے۔ کبھی کہے' بہت شاندار لگ رہی ہو۔ کبھی اس کے لباس کو سراہے۔ کبھی ذہانت کی داد دے۔ مگر سرفراز۔ اس کو حماقت کی ملکہ' بدھوؤں کی شہزادی اور بے عقلوں کی شاگرد کہہ کر غصہ دلاتا تھا۔ فریال کو غصہ بہت جلد آتا تھا۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات ہوتی۔ وہ تن فن ادھر سے ادھر پیر پٹختی۔ ثناء اس کے مزاج کا خیال رکھتی تھی۔

''آج کھانا نہیں پکے گا؟'' فریال کے یاد دلانے پر ثناء کو ہوش آیا۔ وہ کچن کی طرف دوڑی۔ سروری خالہ اور اماں کے مذاکرات ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے۔

جو کچھ کرنا تھا' جلدی ہی کرنا تھا۔ اس نے فٹافٹ گوشت بگھارا۔ آلو' گوبھی' گاجر چھیل کر کاٹ کر رکھی مٹر فریال چھیلنے لگی۔ ساتھ ہی کھاتی جاتی اور باتیں بھی کرتی رہی۔ ثناء نے ٹوکا تو بولی۔

''مٹر نہ کھاؤں تو کیا تمہیں کھالوں۔ اتنی بھوک لگی ہے۔ بابا کے ساتھ ناشتا کیا تھا میں نے۔ صبح سویرے۔''

''میں نے بھی اسی وقت کیا تھا۔ مجھے تو بھوک نہیں لگی۔''

''تمہارا کیا ہے۔ بھوک پروف ہو تم' پتا ہے میں گھر میں سارا دن کچھ نہ کچھ کھاتی رہتی تھی۔''

''ہوں' یوں کہو چرتی رہتی تھی۔ گائے بکری کی طرح۔'' ثناء نے مذاق اڑایا۔

فریال اسے گھورنے لگی۔ پھر بولی۔ ''میری خالہ اور مامی تو کہتی ہیں کہ فریال کچھ کھاتی نہیں۔ خوراک ہی نہیں ہے کچھ۔ اسی لیے سوکھتی جا رہی ہے۔ وہ کہتی ہیں کھایا کرو بیٹا۔ اللہ نے نعمتیں دی کس لیے ہیں۔''

''واقعی۔ مگر تم تو دن بھر کھاتی ہی رہتی ہو۔ اسی پر ایک محاورہ ہے۔ کھائے بکری کی طرح سوکھے لکڑی کی طرح۔''

ثناء سبزی بگھار چکی تھی۔ اب چاول چننے لگی۔

فریال نے گھبرا کر کہا۔ ''ارے ارے۔ یہ کیا؟ ابھی چاول بھی بنیں گے۔ گوشت ہے' سبزی ہے'

Pdf by Roadsign

یہ کم ہے کیا؟''

''سروری خالہ آئی ہوئی ہیں- اماں انہیں کھائے بغیر جانے نہیں دیں گی- اس لیے چاول بنا رہی ہوں-''

''تو کیا وہ بہت زیادہ کھاتی ہیں-''

''نہیں بھئی' دراصل وہ مہمان ہیں- ان کی خاطر کچھ تو کرنا پڑے گا-'' ثناء نے کہا-

''ہاں- یہ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ تم مہمانوں کی خاطریں بہت کرتی ہو- میں جب سے آئی ہوں- نت نئے کھانے کھلا کھلا کر مجھے موٹا کر دیا ہے-''

اماں نے کچن میں آ کر پوچھا- ''کیا پکا رہی ہو لڑکیو؟''

''لڑکی پکا رہی ہے- میں تو بک بک کر کے اس کے کان کھا رہی ہوں-'' فریال نے کہا-

اماں نے ہانڈیاں کھول کر چیک کیں- چاول دم پر تھے- اماں نے ثناء کو شاباش دی-

''شاباش' تم نے اچھا کیا مٹر پلاؤ بنا لیا- سروری آپا کے دانت دکھاوے کے ہیں- وہ روٹی نہیں چبا سکتیں-''

سالن لذیذ- سبزی خوش رنگ' خوش ذائقہ- مٹر پلاؤ خوشبودار- یہ ریمارکس سروری خالہ کے کھانے کے لیے تھے- سروری خالہ اماں کی دور کے رشتے سے بہن ہوتی تھیں-

اماں ان کے آنے پر خوشی ہوتی تھیں' اس لیے ثناء بھی ان کا لحاظ کرتی تھی-

رات کو ثناء نے کباب بنائے- کھانا دن کا رکھا تھا- سبزی خوب بھون کر مٹر پلاؤ کے اوپر بچھا دی- اس پر ہری مرچ' ہرا دھنیا کاٹ کر ڈالا اور توے پر چاول رکھ دیے-

گوشت میں آلو تل کر ڈالے- کھانا بالکل تازہ ہو گیا- فریال کے بابا کو بہت پسند آیا- انہوں نے ثناء کو انعام میں سو روپے کا نوٹ دیا- ثناء سلام کرتی ہوئی باہر آئی تو فریال نے کہا-

''بتا دوں بابا کو اس کھانے کی تاریخ-''

''تاریخ' جغرافیہ- سب کچھ بتا دو- اس کی لذت کو چیلنج نہیں کر سکتیں محترمہ-'' ثناء خوش تھی-

''میں کیوں چیلنج کروں گی- تمہیں اتنی ترکیبوں کے کھانے آتے ہیں' میں صرف حیران ہوتی ہوں- میں تو سوچ کر بھی نہیں کر سکتی- تمہیں یہ نسخے کس نے سکھائے' پھپھو نے؟''

''بھئی نسخہ نہیں ہے یہ- موقعے کی ڈش ہے- اس کا نام ہے-''

''ڈش اینٹینا-'' فریال نے جملہ پورا کیا اور ہنس پڑی-

فریال پھوپھو کے گھر کافی دن کے بعد آئی تھی- پچھلے سال تو خالہ اسے گرمی کی چھٹیوں میں کاغان لے گئی تھیں- اس بار مامی کے ساتھ مری جانے کا پروگرام تھا- سنو فال دیکھنے کے لیے- مگر بابا اسے لاہور لے آئے- حالانکہ اسے برف باری دیکھنے کا بہت ارمان تھا- مگر بابا نے کہا- تم

Pdf by Roadsign

برف باری پھر بھی دیکھ سکتی ہو- میں لاہور جا رہا ہوں- آپا برا مانیں گی کہ تم کو نہیں لایا' تمہارا پوچھیں گی- تو میں کیا کہوں گا-''

''یہی کہ وہ برف باری دیکھنے مری جا رہی ہے-''

''میری بیٹی زندہ سلامت رہے- میں ایسے لفظ اس کے لیے نہیں کہہ سکتا-''

اسے پھپھو سے خاص لگاؤ نہ تھا- پہلے جب بھی وہ آتی' اس کی امی اسے پھپھو سے دور رکھنے کی کوشش کرتیں- پھپھو کی برائی کرتیں- ان کی محبت کو دکھاوا ان کے سلوک کو تصنع کا نام دے کر وہ اسے بدظن کرتی تھیں- پھر یہ کہ ننھیال سے وہ مانوس تھی' قریب ہونے کی وجہ سے- لاہور تو بہت کم آنا ہوتا تھا- ماموں خالہ نزدیک ایک شہر میں تھے- پھر اس کی امی کی وفات کے بعد ماموں خالہ اس پر توجہ زیادہ دینے لگے- قدرتی طور پر وہ ان سے زیادہ ہی نزدیک ہوتی گئی- یوں بھی اپنی ماں کی وہ بھپتیاں جو وہ اپنی نند پر کسا کرتی تھیں' مضحکہ اڑاتی تھیں- پھپھو کی جز رسی پر طنز کرتیں- اسے یاد تھیں حالانکہ پھپھو تو ہمیشہ حیثیت سے بڑھ کر خاطر تواضع کیا کرتی تھیں-

جب بھی بابا ان لوگوں کے ساتھ پھپھو کے گھر آتے پھپھو کی خوشی کی حد نہ ہوتی- مگر فریال کی امی کی تیوری پر بل ہی رہتے- وہ بہت نکتہ چیں قسم کی خاتون تھیں- فریال نے ماں کا اثر قبول کیا تھا- انہیں اپنے خوشحال میکے کا غرور تھا- گو کہ خود بھی خوشحال تھیں بابا خوب کما رہے تھے- میکے کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ خود میاں کی کمائی دونوں ہاتھوں سے لٹا رہی تھیں- انہیں یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر کچھ پیسہ بچ گیا تو وہ اپنی بہن کا گھر بھر دیں گے- یہی وجہ تھی کہ ان کو اپنا گھر بنانے کا موقع ہی نہیں ملا-

پھر جب امی کا انتقال ہوا- پھپھو کافی دن اس کے پاس رہیں- تو اسے ان کی محبت میں سچائی اور گہرائی نظر آئی اور اب جو وہ آئی تھی تو ثناء سے اس کی خاصی دوستی ہو گئی- امی نے اسے ان لوگوں کے قریب ہونے کا موقع ہی نہیں دیا تھا- جب وہ یہاں آتی' پھپھو اسے کھلونے' چوڑیاں اور کپڑے دیتیں- گھر جاتے ہی امی انہیں کام والی ماسی کے حوالے کر دیتیں- خواہ وہ فریال کو کتنے ہی پسند ہوتے- اب کافی دن بعد آنا ہوا تھا- تو پھپھو' پھوپھا' ثناء اور سرفراز سب اس کا خیال رکھتے-

پہلے تو ثناء بھی مومانی کے تیور' فریال کا گریز دیکھ کر زیادہ فری نہیں ہوتی تھی- اس کی پڑھائی بھی خاصی محنت طلب تھی- پڑھنے کا بہانا کر کے وہ مومانی سے دور ہی رہنا پسند کرتی تھی- مگر اب وہ اپنے گھر کی کرتا دھرتا اور فریال بھی ملتفت- بی ایس سی کر کے اب اس کا پروگرام ایم ایس سی کرنے کا تھا مگر اماں اسے گھر داری کے رموز سکھانے پر کمربستہ' کیا معلوم .... قسمت میں کیا لکھا ہے' سسرال کیسی ہو' لڑکیوں کو تمام ہنر آنے چاہئیں ثناء ایسی فرماں بردار کہ چپ چاپ گھر میں مصروف

Pdf by Roadsign

ہوگئی- فریال کی حیرت پر کہتی کہ یہ بھی تعلیم کا ایک حصہ ہے- اگلے سال داخلہ لے لوں گی- بہت مطمئن تھی ثناء-

''تم کو زندگی میں کسی کی کا احساس نہیں ہوتا-'' فریال کی زبان پر وہ سوال آ ہی گیا-

''کمی ہے نہیں- تو احساس کیوں ہو-''

''یعنی کہ دوسری لڑکیوں کی طرح ہر خواہش کا پورا نہ ہونا- کم آمدنی میں گزر کرنا-''

''ہزاروں نہیں لاکھوں سے بہتر زندگی ہے اور میں فضول خواہشوں کے چکر میں نہیں پڑتی-'' ثناء کے لہجے میں اطمینان تھا- ''پڑھی لکھی ہوں- کام کاج کر سکتی ہوں- صحت مند ہوں اور کیا چاہیے-''

''اور کچھ نہیں چاہیے؟'' فریال پر حیرت کے در وا ہو رہے تھے- ''اگر ملا تو لوگی نہیں؟''

''اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہے- قدرت نے کرم کیا- کچھ اور بھی دیا- تو شکر کے ساتھ وصول-''

ثناء ہنسنے لگی- فریال تعجب سے اسے دیکھنے لگی- ''یوں کیا دیکھ رہی ہو؟ بھئی جب سے میں نے اماں کے حکم پر گھر داری میں دلچسپی لی ہے- مجھ میں بڑا اعتماد آ گیا ہے اور لگتا ہے کہ مجھے سب کچھ آ گیا ہے- اب میں ہر چیز خود حاصل کر سکتی ہوں- کوئی کام مشکل نہیں لگتا-''

''کمال ہے- کھانا پکانے سے اتنی خود اعتمادی؟''

''صرف کھانا پکانا نہیں- گھر کی ضروریات' لوگوں سے تعلقات' لین دین اور رویے' عمل کے لیے تجربہ ضروری ہے- اب ہی تو مجھے پتا چلا کہ عزت نفس کیسے محفوظ رکھی جا سکتی ہے- پہلے میں اماں کے اشارے پر ہی سب کچھ کرتی تھی- اب مجھے خود سوچنا پڑتا ہے اور میں بہتر فیصلہ کر سکتی ہوں-''

''تم کتنی بڑی بڑی باتیں کر لیتی ہو- کیا یہ سب بھی سیکھنا پڑتا ہے کھانا پکانے کے علاوہ-''

''بھئی آپ کے گھر بے شک خانساماں ہے- لیکن آپ کو کھانے کی پہچان آنی چاہیے- اسی طرح دیگر معاملات میں واقفیت ضروری ہے- تم بھی کچھ سیکھ لو- شاید کبھی ضرورت پڑ جائے-''

''شکریہ- مجھے اناڑی رہنے دو- آ گیا تو کرنا بھی پڑے گا اور ویسے ماموں کے گھر نوکروں کی فوج ہے- کسی کو خود کرنا نہیں پڑتا-''

''میں سسرال کے لیے کچھ سیکھنے کو تو نہیں کہہ رہی- اپنے گھر میں بھی کرنا پڑتا ہے- سیکھنے میں کوئی نقصان تو نہیں- صرف کھانا پکانا ہی ہنر نہیں ہوتا اور بھی کئی کام ہوتے ہیں-''

''ہر کام کے لیے نوکر ہوتے ہیں- ویسے ماموں بہت دولت مند ہیں- فکر نہ کرو- مجھے کچھ کرنا نہیں پڑے گا-''

فریال مذاق مذاق میں اسے اس کی حیثیت یاد دلا رہی تھی- دراصل امی کی زندگی میں ہی ماموں

Pdf by Roadsign

اپنے بیٹے سے فریال کا رشتہ طے کر چکے تھے۔ گو کہ بابا کو اعتراض تھا۔ مگر ابھی معاملہ معلق تھا۔ فریال کے ماموں کی طرف جھکاؤ نے بھی بابا کو صاف انکار کرنے سے روکا ہوا تھا اور وہ ابھی زیر تعلیم تھی۔ ماموں کی طرف سے شادی کا تقاضا نہیں ہوا تھا۔ شہریار کے ایم بی اے میں بھی دیر تھی۔

''ایک بات بتاؤ فری!'' ثناء سنجیدہ ہوگئی۔ ''یہ جو بہت زیادہ دولت مند ہوتے ہیں۔ ان میں احساس کی کمی ہوتی ہے۔ کچھ کچھ بے مروتی ان کے خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے تمہاری مومانی تم سے توقع رکھیں اور پھر انہیں مایوسی ہو۔ اس وقت سے ہوشیار۔''

''میری مامی' اوہو ہو۔'' وہ دل کھول کر ہنس رہی تھی۔ ''ارے بابا! انہیں خود کچھ نہیں آتا۔ وہ مجھ سے کیا توقع کریں گی۔ وہ بھی مل اونر کی بیٹی ہیں۔ بابا! نوکر آخر کس لیے ہوتے ہیں۔''

ثناء چپ ہوگئی۔ فریال میں برداشت کی کمی تھی۔ اکلوتی ہونے کے خوب فائدے اٹھاتی۔ غصے میں ہوش کھو دیتی۔ ثناء سوچتی کہ زیادہ نصیحت فریال کو اس سے برگشتہ نہ کر دے ورنہ وہ تو یہ بھی کہنا چاہتی تھی کہ فرض کرو کسی وجہ سے ماموں مومانی یا ان کا بیٹا تم کو ریجیکٹ کر دے۔ پھر تمہارا ٹھکانا ہمارے جیسے متوسط گھرانے میں ہوگا۔ مگر وہ کچھ نہ کہتی کہ کبھی فریال نے زبان کھولی اور بے دھڑک کہہ دیا کہ تم میری خوش قسمتی سے جلتی ہو۔

وہ باتوں باتوں میں سناتی رہتی تھی کہ منہ سے جس چیز کا نام لیتی ہے بابا فوراً مہیا کرتے ہیں۔ ورنہ وہ ماموں سے طلب کر لیتی ہے۔ مامی اس کی ہر خواہش پوری کرنے میں مستعد رہتیں۔ اسے شہریار کی شاندار شخصیت نے مسحور کر رکھا تھا۔

شہریار کا معیار زندگی' اعلیٰ درجے کا لباس۔ اس کی تعلیم' مشاغل' شوق' سب کچھ فریال کی پسند۔ اس کے مزاج کے مطابق تھے۔ پھر شہریار نے خود اس کو پسند کر کے خواہش ظاہر کی تھی۔ وہ اکثر سرفراز کو شہریار کی مثال دے کر چڑاتی۔ سرفراز ہنس کر ٹال جاتا' ثناء کو برا لگتا۔ سرفراز کے لباس کو اوٹ پٹانگ' بے جوڑ' غیر معیاری ثابت کرنا فریال نے فرض سمجھ لیا تھا۔

''جب شہریار جتنی دولت کمالوں گا۔ تو میں بھی قیمتی لباس کا حقدار ہوں گا۔ وہ تو باپ کی دولت اڑا رہے ہیں۔ میں اسے گناہ سمجھتا ہوں۔ میں اپنے باپ کے مسائل بڑھانا نہیں چاہتا۔''

سرفراز کے جواب پر فریال چپ ہوگئی۔ کبھی وہ ثناء کو دلچسپیوں سے بے نیاز دیکھ کر کہتی۔

''مجھے یقین نہیں آتا' تم مجھ سے صرف ڈیڑھ سال بڑی ہو۔ لگتا ہے تم میں تمہاری دادی کی روح سما گئی ہے۔ کوئی تفریح نہیں' گانوں کے شوق نہیں' فلمیں نہیں دیکھتیں' فیشن سے واسطہ نہیں اور کام' میرے خدا میں ابھی سوچ رہی ہوتی ہوں تم کر گزرتی ہو۔''

ثناء ہنس دیتی۔ ''تم بچی ہو۔ تمہارے طبقے میں پچیس برس کی لڑکی بچی کہلاتی ہے اور میرے معاشرے میں بیس سال کی لڑکی عورت ہوتی ہے۔ بے نیازی بے پروائی ہم افورڈ نہیں کر سکتے

Pdf by Roadsign

شوق کے لیے کچھ اور لوازمات چاہئیں۔ جو ہم مہیا نہیں کر پاتے اس لیے میری بہن! ہم جس کنویں میں سانس لے رہے ہیں۔ وہی ہمارا مزاج ہے۔"

"تمہارا دل تو چاہتا ہوگا۔ پکنک پارٹی۔ ہوٹلنگ وغیرہ۔"

"کبھی کبھی یہ عیاشی ہم کر لیتے ہیں۔" ثناء ہنسی۔ "بالکل ہی کنویں کے مینڈک نہیں ہیں اور اس وقت بھی میرے ذہن میں وہ لڑکیاں ہوتی ہیں جو میرے جیسی ہیں مگر انہیں یہ کبھی کبھی کی تفریح بھی میسر نہیں۔"

"کمال ہے۔ کیسا ذہن ہے تمہارا۔" فریال دنگ ہوگئی۔ "انجوائے کرنے کے بجائے کڑھتی ہو دوسروں کے لیے میں تو میں تو سب کچھ بھلا دیتی ہوں۔ ہر طرح خوشی حاصل کرتی ہوں۔ ہر موقع پر زیادہ ہی بلا گلا۔ بھئی اللہ نے ہمیں موقعے عطا کیے ہیں۔ اس سے خوب لطف لینا چاہیے جی بھر کے۔ نہ کہ دوسروں کے لیے فکریں پال کر اپنا مزا کرکرا کر لیں۔"

ثناء اسے غور سے دیکھنے لگی۔ فریال ہنس دی۔ "کیوں میری شکل پہلے نہیں دیکھی۔"

"غور سے نہیں دیکھی۔ آج دیکھ رہی ہوں۔" ثناء بھی ہنسی۔ "بھائی ٹھیک کہتے ہیں تم بہت بدھو ہو۔ ارے بھئی ہر بات کا جواب ضروری تو نہیں ہوتا۔" ثناء کہہ کر کسی کام میں مصروف ہوگئی۔

فریال سوچتی رہی اس کا کیا مطلب۔ بابا شام کو آئے۔ تھکے ہوئے تھے۔ ثناء فوراً چائے لے آئی اور ان کے کندھے دبانے لگی۔ وہ منع کرتے رہے۔ ثناء نے کہا۔

"ارے ماموں! کبھی کبھی تو آپ کی خدمت نصیب ہوتی ہے۔ آپ اتنا کام کرتے ہیں۔ میں تو ایسا دباتی ہوں کہ ابا کہتے ہیں ساری تھکن اتر جاتی ہے۔"

"تم بھی تو تھکی ہوئی ہو۔ میں دیکھتا ہوں۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہو۔ کبھی خالی بیٹھے نہیں دیکھا تم کو۔ کبھی آرام بھی کر لیا کرو۔"

"رات کو آرام کرتی ہوں ماموں! اماں تو کہتی ہیں۔ میں نکمی کام چور ہوں۔"

"مذاق کرتی ہیں۔" کہہ کر ماموں نے جیب سے کچھ رقم نکالی اور ثناء کی گود میں ڈال دی۔

وہ پریشان ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ "یہ کیا ہے ماموں جان؟"

"بیٹا! کچھ بھی نہیں۔ تمہارا حق ہے۔"

"نہیں ماموں جان! میں نہیں لے سکتی۔" وہ بے حد سنجیدہ ہوگئی۔ اس نے رقم واپس کرنی چاہی۔

"ارے پگلی! اپنا حق تو چھین کر لینا بھی جائز ہے۔ یہ تو میں خود دے رہا ہوں۔"

ثناء نے اپنی ماں کو بتایا۔ وہ بھی پیسے واپس کرنے لگیں۔ غرض یہ بحث چلتی رہی۔

فریال کچھ چپ سی ہوگئی۔ باہر نکل کر اس نے ثناء سے سرسری سا پوچھا۔ "بابا پہلے بھی تم کو پیسے دیتے ہوں گے۔ اب تم انکار کیوں کر رہی تھیں۔"

Pdf by Roadsign

''پہلے ماموں جان ہمارے پاس کب آ کر رہے تھے۔'' ثناء اس کا مطلب سمجھ گئی۔ ''مومانی ساتھ ہوتی تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کپڑے تحفے کے نام پر دے جاتی تھیں۔ میں نے کم از کم کبھی بھی ماموں جان سے کچھ نہیں لیا۔''

''پھوپھو نے تو لیا ہوگا وہ بھی تو انکار کر رہی تھیں۔''

ثناء کو فریال کا جملہ اچھا لگا نہ لہجہ۔ ''وہ بڑی بہن۔ چھوٹے بھائی سے لیتے ہوئے تکلف ہوتا ہے۔ ماموں جب یہاں یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ اماں ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتی تھیں۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ کیا کچھ ماموں کو دے دیں۔ جب وہ ہوسٹل جا رہے ہوتے اماں ان کی جیبوں میں نہ جانے کیا کچھ ٹھونستی جاتی تھیں۔ ماموں انکار کرتے جاتے' مگران کو مجبور ہونا پڑتا۔ یہ بھائی بہن کے معاملے ہیں فری! مسکرا کر بات کر لینا یا سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا بھی لین دین کے زمرے میں آتا ہے۔ پیسہ تو ثانوی چیز ہے۔ مقدم چیز تو محبت اور رواداری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دوست دشمن میں تفریق نہ ہو۔''

''میرا کوئی بھائی نہیں ہے اس لیے میں کسی قسم کے لین دین سے واقف نہیں۔'' فریال منہ بنا کر بولی۔

''بھئی اماں تو ہماری اپنے چچا زاد' خالہ زاد بھائیوں سے بھی ایسے روابط رکھتی ہیں۔ ابھی تک انہیں عیدی دیتی ہیں۔ چھوٹے ہیں اماں سے اس لیے۔''

''ہیں؟ عیدی؟ ابھی تک؟'' فریال دنگ رہ گئی۔

''جی۔ اماں کہتی ہیں چھوٹے موٹے تحفے' معمولی رقم عیدی کی۔ بظاہر معمولی سہی مگر محبت اخلاص کی ضمانت ہوتی ہے اور ان ہی رابطوں کے ساتھ ہم بندھے رہتے ہیں' دکھ سکھ کے شریک بن کر۔''

فریال نے ماموں' خالہ کے ہاں ایسے رابطے نہیں دیکھے تھے۔ اس لیے وہ چپ ہو گئی۔ مگر دل میں ایک پھانس تھی۔ وہ بابا کے سامنے نکلی۔ وہی سوال۔

''بابا! آپ پہلے بھی پھپھو کو دیتے ہوں گے۔ اب کیوں واپس کر رہی تھیں پھپھو۔ کیا پیسے بہت تھے۔''

''نہیں میں نے ان کو کبھی دیا نہیں۔ ان سے لیا ہی ہے۔'' بابا نے اسے حیران کر دیا۔ ''اس بار میں آفس کے کام سے آیا ہوں۔ مجھے ہوٹل میں ٹھہرنے کا خرچ ملا ہے۔ وہی بچت میں نے بہ اصرار آپا کو دے دی۔ وہ بھی تو ہم پر خرچ کر رہی ہیں۔ اتنا خیال کرتی ہیں۔ ثناء کتنے مزے مزے کے کھانے پکا کر کھلاتی ہے۔ اتنا لطف اور آرام ہوٹل میں کہاں ملتا۔'' بابا نے سمجھایا۔

''بابا! ثناء بتا رہی تھی پھپھو آج بھی اپنے چھوٹے کزنز کو عیدی دیتی ہیں۔ ان کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آتا ہے۔''

Pdf by Roadsign

''ان کے پاس پیسہ کم ہے' دل بڑا ہے- میں یونیورسٹی میں پڑھتا تھا تو آپا میرے اخراجات پورے کرتی تھیں- بہت خیال رکھتی تھیں میری ضروریات کا' مجھ پر ان کے اور بھائی صاحب کے بہت احسان ہیں- آج میں جو کچھ ہوں- ان ہی کی دعاؤں اور کاوشوں کے نتیجے میں بنا ہوں-''

بابا اسے پھپھو کے قصے سنانے لگے- ان کی محبت شفقت اور قربانیوں کے- وہ حیرانی سے سوچتی رہی- پھپھو دوسروں پر خرچ کرنے کے بجائے اپنے گھر پر خرچ کرتیں تو کتنا اچھا ہوتا- ڈرائنگ روم کا فرنیچر انتہائی پرانا اور بوسیدہ' قالین صدیوں پرانا' جس کا سارا رواں اڑ چکا تھا- گھر میں برسوں سے سفیدی نہیں ہوئی تھی- ڈرائنگ روم کے پردے بھی پرانے تھے- صوفوں پر ان کی بدرنگی چھپانے کے لیے ثناء نے کڑھائی کر کے صوفہ بیک ڈالے ہوئے تھے- روزانہ ثناء ڈرائنگ روم کی صفائی کرتی- ہر چیز رگڑ رگڑ کر چمکاتی- ثناء مسلسل کچھ نہ کچھ کرتی رہتی' کبھی فریال اسے اپنے پسندیدہ گانے سنانا چاہتی تو وہ ٹھہرو ابھی آتی ہوں کہہ کر کہیں غائب ہو جاتی- فریال کے شکوے پر کہتی-

''ارے یہ فراغت کے کام ہیں- رات کو سن لوں گی-''

اور رات کو بستر پر گر کر ایک سیکنڈ میں نیند کی وادی میں گم ہو جاتی-

☆☆

اس دن سروری خالہ آئی ہوئی تھیں- فریال کے سامنے ان کا یہ تیسرا چکر تھا- ثناء ان کی خوب خاطر کرتی تھی مگر اس دن وہ چائے کے ساتھ بس بسکٹ لے گئی-

''کیوں بھئی' تم سروری خالہ کی روز روز آمد سے عاجز آ گئی ہو کیا- آج صرف چائے پر ٹرخا رہی ہو-''

''شام کے وقت کچھ نہیں کھاتیں وہ' ہاضمے کا مسئلہ ہے بوڑھا معدہ ہے نا-''

اور سروری خالہ کی آمد کا عقدہ اس دن کھلا- جب وہ چند خواتین کے ہمراہ ان کے اس پرانے ڈرائنگ روم میں آ براجیں- ثناء نے معمول سے ہٹ کر اچھا لباس پہنا تھا- اس نے کئی چیزیں تواضع کے لیے بنا کر رکھی تھیں- فریال بھی چائے لے کر ثناء کے ساتھ اندر چلی گئی- کافی معقول' متمول اور تعلیم یافتہ خواتین تھیں- جاتے وقت وہ ثناء کے ہاتھ پر ہزار روپیہ رکھ گئیں شگون کا' سروری خالہ ٹمانیت سے پان چباتی رہیں- پھپھو نے روپے لینے سے ہر چند انکار کیا مگر انہوں نے کہا-

''یہ ہمارے گھر کا دستور ہے- بچی کی پسندیدگی کا نذرانہ-'' پھپھو مجبور ہو گئیں-

سب کے جانے کے بعد ثناء لباس تبدیل کر کے آئی تو فریال نے ٹوکا-

''کیوں چنبیلی کے کپڑے' اتنے اچھے لگ رہے تھے- گھر میں اچھے حلیے میں رہنا گناہ تو نہیں- یا

Pdf by Roadsign

پابندی ہے؟''

''کام کاج میں خراب ہو جاتے ہیں۔اس لیے احتیاط کرنا ضروری ہے۔''

''تو کیا ان خواتین کو دکھانے کے لیے ہی پہنے تھے۔''

''ہاں۔جب ایسا موقع آئے۔ہمیں سج بن کر اپنی نمائش کرنی پڑتی ہے۔معمول سے ہٹ کر۔لوگ بھی چاہتے ہیں کہ اندازہ کر لیں۔بن سنور کر کیسی لگتی ہے قربانی کی گائے۔''

ثناء افسردہ ہو گئی۔اس کی خود اعتمادی کو ٹھیس پہنچی تھی۔

''ہاں' مڈل کلاس طبقے میں لڑکیوں کی نمائش کا سنا تھا۔'' فریال سر ہلا کر بولی۔

''میرے ماموں کی دو بیٹیوں نے تو اپنی پسند کی شادی کر لی۔ایک کو مینا بازار میں لڑکے کی ماں بہنوں نے دیکھا۔وہیں رشتہ دے دیا۔فون پر تقاضا ہوا۔فون پر ہی مامی نے اقرار کر لیا۔چلو چھٹی۔نہ کسی کا آنا' نہ جانا' خاطر نہ تواضع۔''

''اچھا؟'' ثناء کا موڈ بحال ہو گیا۔''پھر تمہاری سب کزنز خوش تو ہیں۔مطلب انہیں کوئی پرابلم تو نہیں ہو گا۔''

''لو جی' ایسا کیسے ممکن ہے۔'' فریال منہ بنا کر بولی۔''وہ لو میرج والی دونوں بہنیں تو سخت پریشان ہیں۔ان کے شوہر بس دیکھنے میں اچھے ہیں۔اندر سے لالچی اور زہریلے طعنے دینے میں جاہل عورتوں سے بدتر۔آئے دن مطالبے کرتے ہیں۔ماموں بچارے پورے کرتے ہیں ورنہ ان کے گھر میں مار پیٹ کی نوبت آ جاتی ہے۔''

''اور.....وہ تیسری جس کا رشتہ مینا بازار میں ہوا تھا۔'' ثناء کو عموماً جستجو کا شوق نہ تھا۔لیکن موڈ بحال رکھنے کے لیے بولنا ضروری تھا۔

''وہ.....مامی نے عجلت میں رشتہ طے کر دیا تھا۔ان کے گھر میں سے کسی کو ایک کے بعد پھر دیکھا ہی نہیں۔نہ ان کے گھر کبھی گئیں۔لڑکا ہے تو ہینڈسم تعلیم یافتہ۔انجینئر ہے۔مگر گھر والے سب بڑے پینڈو ہیں۔گھر بھی پرانا۔ماموں جا کر اسے آفس میں دیکھ آئے تھے۔بس ہوٹل میں شادی ولیمہ ہوا بعد میں گھر دیکھا' رہن سہن بھی دقیانوسی اور ذہنیت بھی۔بچاری عطیہ نہ تو ہر مہینے نیا جوڑا بنا سکتی ہے نہ میک اپ کا سامان خرید سکتی ہے۔ساس کہتی ہیں۔جوتوں کے ڈھیر رکھے ہیں۔یا تو انہیں پہنو ورنہ نیلام کر دو۔ایک ٹوٹ جائے تب دوسرا سینڈل ملتا ہے۔میک اپ کے بارے میں بہانا موجود ہے۔تم خود خوب صورت ہو میک اپ کی کیا ضرورت ہے بس یہ ہے صورت حال۔عطو سخت ٹینشن میں وقت گزار رہی ہے۔اسے گھر بھی پسند نہیں اوپر سے میاں ساری تنخواہ اپنی ماں کو دے دیتے ہیں۔گھر چلانے کے لیے۔حالانکہ عطیہ کی دو نندیں جاب کرتی ہیں مگر وہ اپنی کمائی سے جہیز بنا رہی ہیں۔مامی کی تو داماد سے کھٹ پٹ رہتی ہے۔''

Pdf by Roadsign

''مگر عطو کو تو میاں سے شکایت نہیں ہے نا' تب ہی تو وہ گزارا کر رہی ہے۔''

''ہاں' عطو میاں سے تو خوش ہے۔ ساس سے ناراض کہ وہ بیٹیوں کی کمائی گھر میں کیوں خرچ نہیں کرتیں۔ جبکہ وہ رہتی کھاتی پہنتی ہیں۔ ساس کہتی ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ کمارہی ہیں ورنہ بہنیں بھائی کی ذمہ داری ہوتی ہیں۔''

''بات تو ٹھیک ہے۔'' ثناء نے تائید کی ''جہیز بنا رہی ہیں۔ بھائی کا یہی بوجھ ہلکا ہو رہا ہے ورنہ شادیاں بھی بھائی کی ذمہ داری تھی اور تمہاری خالہ کی بیٹیاں؟''

''ان کی نہ پوچھو۔ حد سے زیادہ ایڈوانس اور بے باک ہیں۔ دو تو ایئر ہوسٹس ہیں۔ میری ان سے اچھی دوستی ہے۔ دو بڑی شادی شدہ ہیں۔ وہ سسرال سے کیا شوہر سے بھی خفا۔ آئے دن میکے میں موجود۔ سب بے حد ایڈوانس ہیں۔ ایئر ہوسٹس دونوں جو ہیں۔ ان کے مرد دوستوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ایئر لائن کے سارے آفیسرز دوسرے لوگ بھی دوست ہیں روز کوئی نہ کوئی پارٹی پکنک ہلا گلا ہوتا ہے۔ ایک بھائی ہیں ان سے بہنیں لاتعلق ہیں۔ بھائی کی زندگی بھی دوسری طرح کی ہے۔ خالہ خوش تو نہیں ہیں اولاد کی حرکتوں سے۔ مگر کیا کریں نصیحت کریں تو لڑکیاں گھر چھوڑنے کی دھمکی دیتی ہیں۔ خالہ چپ۔''

ثناء ہنس پڑی۔ ''ارے نصیحت کرتی رہیں۔ کبھی تو اثر ہوگا۔ جائیں گی کہاں گھر چھوڑ کر' لڑکیوں کے لیے ماں باپ کا گھر ہی محفوظ پناہ گاہ ہوتی ہے۔''

''ارے نہیں' تم نہ سمجھو' وہ کسی بھی دوست کے گھر جا سکتی ہیں۔ ان سے کچھ بعید نہیں۔ اسی وجہ سے خالہ ڈر جاتی ہیں کہ رسوائی نہ ہو وہ چاہتی ہیں کہ شادی ہو جائے پھر یہ کچھ بھی کرتی رہیں۔ وہ کہتی ہیں۔ دو کی شادیوں کا کیا نتیجہ نکلا۔ جو ہمیں بھی پھنسانا چاہتی ہیں۔ ہمیں پابندی پسند نہیں۔ بس اکثر یہی کچھ ہوتا رہتا ہے خالہ کے گھر۔''

فریال ہنس ہنس کر سنا رہی تھی۔ ثناء پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ تو ایسا ہوتا ہے دنیا میں یعنی کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

''فری! ماں باپ کو بلیک میل کرنا۔ اچھی بات تو نہیں۔ تم انہیں سمجھاؤ۔ شاید۔''

''میں؟ انہیں سمجھاؤں۔'' فریال آنکھیں پھاڑ کر بولی ''وہ تو مجھے لیکچر دیتی رہتی ہیں کہ میں پابند زندگی گزار کر اپنے لیے ترقی کے راستے بند کر رہی ہوں۔ مجھے اپنے دوستوں سے ملاتی ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ تفریح کے لیے لے جانا چاہتی ہیں۔ وہ تو بابا مجھے کہیں جانے نہیں دیتے۔ سوائے ماموں مومانی کے ساتھ کے۔''

''شکر ہے ماموں جان نے فریال کو بے لگام ہونے نہیں دیا۔'' ثناء نے اطمینان کا سانس لیا۔

''اور شہریار ان کے کیا مشاغل ہیں۔ کیسے ہیں وہ؟''

Pdf by Roadsign

''نہ پوچھو۔'' فریال سرشاری کی کیفیت میں ڈوب کر بولی۔ ''میرے آئیڈیل ہیں وہ۔ خوبصورت' ہینڈسم' اعلیٰ تعلیم اور۔ غیر ممالک کے بزنس ٹورز نے انہیں آفت چیز بنادیا ہے۔ کیا لباس ہوتا ہے۔ کیا میچنگ' آہا ہا پرفیومز کے عاشق۔ مہنگی مہنگی پرفیومز لاتے ہیں اور ہر دم مہکتے رہتے ہیں۔ ڈانس ایسا غضب کا کرتے ہیں کہ سانس رکنے لگتا ہے۔''

''واہ بھئی' یہ کیسی تعریف ہے۔ سانس رکنے کا مطلب جانتی ہو۔ مرجاتا ہے بندہ۔''

''ہاں۔ میں تو بس مرنے کے قریب ہوجاتی ہوں۔ آواز زبردست ہے۔ گاتے بھی ہیں۔''

''واہ' ہر فن مولا ہیں۔'' ثناء نے جھوم کر کہا۔ ''تم سے بھی کہتے ہوں گے ناچو گاؤ اور تم۔''

''میں.... بابا نے منع کر رکھا ہے ویسے آتا ہے مجھے ڈانس۔ عطو کی شادی میں میں نے شہریار کے ساتھ ڈانس کیا تھا۔ بابا نہیں تھے۔ پھر انہوں نے موڈی میں مجھے دیکھا تو ناراض ہوئے میں شادی کے بعد کرسکوں گی کوئی بات نہیں۔'' وہ مطمئن تھی۔

''شادی میں کتنی دیر ہے۔ مطلب تمہارے ڈانس کے ارمان پورے ہونے میں۔''

''شہریار کا بس چلے تو فوراً۔ ماموں کو کچھ انتظار ہے۔''

''ویسے فری! تم ڈرامے خوب دیکھا کرتی ہو مفت میں۔ مزا تو آتا ہوگا۔'' ثناء نے کہا۔

''ڈرامے؟''

''ہاں بھئی۔ بلکہ طویل دورانیے کے ڈرامے۔ لڑکیوں کی سسرال سے خفگی۔ میکے میں قیام فیشن ایبل لڑکیوں کے روماٹس۔ شہریار کی گرم نگاہی۔ ہلچل ہی ہلچل۔'' ثناء ہنستی رہی۔

''تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟'' فریال نے کڑے تیوروں سے پوچھا۔

''بالکل نہیں۔ لطف لے رہی ہوں۔ غیر فطری زندگیوں سے۔ ماں باپ کی بے چارگی۔ پچھتاوے۔ افسوس ناک ضرور ہے۔ مگر اس میں خطاوار اولاد نہیں۔ خود ماں باپ ہوتے ہیں۔ جو صحیح تربیت نہیں کرسکتے۔ نصیحت کرتے ڈرتے ہیں۔ نصیحت کرنا غلط قدم کی نشاندہی سیدھا راستہ دکھانا' یہ والدین کے فرائض ہیں۔ ان سے روگردانی' ماں باپ کی خطا ہے بلکہ جرم۔''

فریال کو یہ باتیں پسند نہیں آئیں۔ اس نے سوچا۔ بے چاری ثناء اس نے وہ چمکتی دمکتی زندگی دیکھی ہی کہاں ہے۔ دولت کی بہاریں' فیشن کی دوڑ' پکنک پارٹیوں کا لطف' آزادی کا بے مہابا استعمال' ریستورانوں میں لنچ' ہوٹلوں' فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ڈنر' پارٹیوں میں گانا بجانا' ڈانس اور ہلا گلا' ثناء تو لڑکوں سے کوسوں دور رہتی تھی۔ کبھی کوئی رشتے دار لڑکا آیا بھی۔ پھپھو ہی اس سے نبٹ لیتیں۔ ثناء چائے پیش کر آجاتی۔ لڑکے بھی اسے خاص لفٹ نہ کراتے' جبکہ فریال کے کئی اسکول فیلو لڑکے اور اب کالج میں بھی کئی دوست تھے۔ خالہ کے ہاں تو زیادہ ہی آمد و رفت تھی۔ ماموں کے ہاں بھی خاص پابندی نہ تھی۔ ایمی اور شیما کے کئی لڑکے دوست تھے۔ فریال بھی دوستی کو برا نہیں

Pdf by Roadsign

سمجھتی تھی- اپنا دل صاف ہونا چاہیے-

☆☆

اب کے جو خالہ سروری آئیں- ان کے ساتھ وہی خواتین بھی تھیں اور لڑکا خود بھی سرفراز اور پھوپھا لڑکے کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے' خواتین پھپھو کے کمرے میں آ گئیں- ثناء نے چائے کے ساتھ کے لیے کچھ چیزیں بنالی تھیں- سرفراز آ کر مردانے میں چائے لے گیا- فریال نے تو پیش کش کی تھی کہ وہ خود جا کر چائے دے آئے گی' مگر سرفراز نے منع کر دیا-

فریال کو برا لگا' اسی دوران اس کے بابا آ گئے اور اس نے سرفراز کی شکایت کی کہ وہ اسے چائے لے جانے سے منع کر رہا ہے- حالانکہ وہ تو لڑکے سے کچھ باتیں بھی کرنا چاہتی تھی-

''نہیں بیٹا! تمہارا مردانے میں کیا کام-'' بابا یہاں آ کر اتنے ہی دقیانوسی ہو گئے تھے-

اس کا منہ پھول گیا- بابا بھی خوب ہیں- انہیں پہلے تو کبھی اعتراض نہیں ہوا تھا- خاندان کے لڑکوں کے ساتھ وہ کرکٹ بھی کھیلا کرتی تھی- رات کو سب بڑوں کی کانفرنس ہوئی- فریال بھی گھس کر بیٹھ گئی- پھپھو کہہ رہی تھیں کہ جب تک اچھی طرح معلومات نہیں کروالی جائے وہ کوئی جواب نہیں دیں گی- بابا کو لڑکا پسند آ گیا تھا- پھوپھا بھی مطمئن تھے- پھپھو کو نہ جانے کیا کمی نظر آ رہی تھی- حیرت کی بات تو یہ تھی کہ لوگ خاصے خوشحال تھے- بلکہ دولت مند تھے- لڑکے کا کاروبار پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا- ڈیفنس میں کوٹھی تھی-

''پھپھو! اتنے تو امیر لوگ ہیں- ان میں کیا خرابی ہو گی بھلا- جو آپ معلومات کروائیں گی-''

''خرابی ہو بھی سکتی ہے- شرابی' جواری' غیر قانونی کاموں میں ملوث ہونا- ان ہی چیزوں کی معلومات کرانی ہے اور بچے یہ تو بس دل کی تسلی کے لیے ہے ورنہ لڑکی کے نصیبے سے کون لڑ سکا ہے-'' پھپھو اداس ہو گئیں- ''شراب تو انسان کے ضمیر کی قاتل ہوتی ہے اور امیروں کو تو شوق بھی ہوتا ہے-''

''اگر وہ غریب ہوتا تو آپ پھر بھی معلومات کرواتیں-''

''ہاں بیٹی! ضرور' بیٹی کوئی بے جان گڑیا نہیں ہوتی کہ اسے کسی بھی کنویں میں پھینک دیا جائے-''

''پھپھو! آج کل کے زمانے میں پیسے کی بڑی مانگ ہے- وہی عزت دار کہلاتا ہے جس کے پاس خوب دولت ہو- میں نے کہیں پڑھا تھا کہ پیسہ ہر عیب چھپا لیتا ہے-''

پھپھو کو اس کے بھولے پن پر پیار آ گیا- ہنسنے لگیں- ''بیٹا! وقت بدلتے دیر نہیں لگتی- اگر پیسہ نہ رہا تو باقی رہ جائیں گے عیب ہی عیب-''

''مگر پیسہ کہاں چلا جائے گا-'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا-

''جہاں سے آتا ہے وہیں جا سکتا ہے- غریب لوگ امیر ہو جاتے ہیں- امیروں پر برا وقت آتا

Pdf by Roadsign

ہے تو وہ فقیر ہو جاتے ہیں- سب قدرت کے اشارے پر ہوتا ہے-"

غریب کیوں کر امیر ہوتے ہیں- امیر کیسے غریب ہو سکتے ہیں- یہ الجھن ذہن کو پریشان کر رہی تھی پھپھو بابا سے مخاطب ہو گئیں- وہ اٹھ کر ثناء کے پاس آ گئی اور اس سے یہی بات کی تو وہ خود بقراط سے کم نہ تھی- تائید کرنے لگی- فریال بحث کرنے لگی- ثناء نے کہا-

"فری! حالات بدل جایا کرتے ہیں- کبھی خود اپنی غلطی انسان کو گہرائی میں غربت کے غار میں پھینک دیتی ہے- کبھی قدرت کی منشا- بادشاہوں کے تخت الٹ جایا کرتے ہیں میری بہن- شاہ مصر' شاہ ایران وطن چھوڑ کر جلا وطن ہوئے- کہاں وہ شان شوکت- وہ محلوں کی پر آسائش زندگی حکومت کا طمطراق- اشارہ کرتے تو سینکڑوں سر قدموں میں گر جاتے اور پھر کہاں وہ بے بسی دربدر پھرتے رہے- امان کی خاطر-"

فریال گم صم اسے دیکھتی رہی- شاہ ایران کے بارے میں سنا تھا پڑھا تھا- آخر ایسا کیسے ممکن ہوا- اچانک حالات کیسے بدل گئے- اچانک تو نہیں ہوا ہو گا ایسا' تدارک کیوں ممکن نہ ہوا- وہ کیوں اور کیسے کی بھول بھلیوں میں الجھ گئی-

'اچھا' اور امیر کیسے ہو جاتے ہیں غریب لوگ- اگر ہو سکتے ہیں تو پہلے ہی کیوں نہیں امیر ہو جاتے-"

سرفراز دروازے پر کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا- اندر آ کر بولا- "تمہاری ناقص عقل میں یہ فلسفہ نہیں سما سکے گا- بہر حال کچھ دن بعد میں امیر ہو کر اس کا جواب دوں گا-"

"ہونہہ' شکل دیکھی ہے- امیر ہو کر جواب دوں گا-" وہ بھنا گئی-

"بھئی' جب کہہ رہا ہوں تو یقین کر لو- چند سالوں میں نہ امیر ہو کر دکھایا- انشاء اللہ تو نام بدل دینا-"

"چند سال' چھپر بھی تو نہیں کہ پھٹے اور دولت برسنے لگے-"

"حالات بدلنے میں تو منٹ کا فاصلہ ہے- میں نے تو پھر چند سال کا وقفہ دیا ہے-"

"کیسے؟ اور امیروں کے غریب ہونے کا راز کیا ہے-"

"دیکھو' ایک سرمایہ دار- اس کا کاروبار ہے' ملیں ہیں' فون آتا ہے- سرکار ہم تباہ ہو گئے' ہمارے شیئر ڈوب گئے' قرض کیسے ادا کریں گے- مل میں آگ لگ گئی' یا مل ملازمین نے ہڑتال کر دی- پروڈکشن صفر ہو گئی- چلو جی لاکھ پتی خاک پتی ہو گیا-"

"جی نہیں' ایسا فلموں میں ہوتا ہے یا ڈراموں میں- سرمایہ دار اتنا احمق نہیں ہوتا کہ پائی پائی کاروبار میں لگا دے- ضروری نہیں کہ وہ مقروض بھی ہو-"

"نہیں ہے تو ہو جائے گا- اسے جس شاہانہ زندگی کی عادت ہے- اس کے لیے بڑی رقم درکار

Pdf by Roadsign

ہے- پھر مارکیٹ میں اپنا سکہ جمائے رکھنے کے لیے قرض تو لینا پڑے گا- یقین کرو- کتنا بڑا سرمایہ دار ہو- اس کا کاروبار قرض کے سہارے چلتا ہے اور سن لو کہ آدمی اپنے دست بازو کی مدد سے- حوصلوں کے بل بوتے پر ترقی کر کے دولت حاصل کر سکتا ہے-''

''ہاں جی سنا ہے- کسی مل مالک کو کلرک پسند آ گیا- اس نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر کے آدھی جائیداد کا مالک بنا دیا- اب وہ کلرک' سرمایہ دار بن گیا- لٹکڑی یا اندھی بیوی کی بدولت' ہیں ہوتا ہے ناقلموں ڈراموں میں-'' فریال مذاق اڑانے کے موڈ میں تھی-

''ہم ان پر یقین نہیں رکھتے' یہ اتفاق ہو سکتا ہے- ہمیں اپنے دست و بازو اور حوصلوں پر اعتماد ہے- ہم نے جس ماں کی گود میں پرورش پائی ہے اور جس اولوالعزم باپ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی ہے- ان کی خواہشوں اور تمناؤں کو اوج کمال پر پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے- محنت جدوجہد اور ماں باپ کی دعاؤں کے یقین کے ساتھ-''

''توبہ- دونوں بہن بھائی کتنی مشکل باتیں کرتے ہیں- بقراط سقراط نہ ہوں تو-'' وہ بیزار ہو گئی- ایسی باتیں کب سنی تھیں اس نے' وہاں اس کے خیال میں تو بس جیولری' فیشن' یا کسی پارٹی ہوٹلنگ' یا میوزیکل گروپ کے متعلق زور شور سے گفتگو ہوا کرتی- اسے بھی دلچسپی تھی- آخر اسے اسی دنیا میں رہنا تھا- بابا کی پوزیشن تھی- ان کے گھر پر سرکاری آفیسران آیا کرتے تھے- فیشن ایبل آزاد منش خواتین امی کے انتقال کے بعد بھی آیا کرتیں- فریال کو ان سے ان کی دلچسپی کی باتیں کرنا پڑتیں' ان کے شوہر یا بیٹے بھی فریال سے بے تکلفی سے پیش آتے- مگر پھپھو کے گھر کا ماحول- سو سال پرانا تھا- بابا کی وجہ سے اس مرتبہ زیادہ رہنا پڑا-

☆☆

اپنے گھر آ کر ایک سکون سا ملا- روشن ہوادار کمرے' فراخ لاؤنج' دلکش سجا بنا ڈرائنگ روم' بیش قیمت قالینوں سے مزین کمرے' امپورٹڈ ڈیکوریشن کا سامان' سرسبز پھولوں سے بھرا لان ہر کمرہ جدید خوش رنگ فرنیچر سے آراستہ- آہا کیسا دلی سکون تھا- ادھر پھپھو کے گھر کی پرانی دیواریں- پرانا بوسیدہ فرنیچر اندھیرے کمرے بس ایک سکھ تھا- پھپھو کی بے پایاں محبت- ثناء کی خاطریں-

اب وہ حیران ہوتی- کس قدر باتیں ثناء کے ساتھ کرتی تھی- یہاں اول تو بہری ہوا کے سوا کوئی تھا نہیں- خالہ ماموں کی بیٹیاں بھی بس ادھر ادھر کی باتیں کر کے چلی جاتی تھیں- باتیں بھی بس فلموں کی یا فیشن کی ثناء ہر طرح کی گفتگو کر لیتی تھی اور دل جمعی سے اس کی بات سن کر جواب دیتی- گھر آتے ہی فریال نے نوکروں کو ڈانٹنے ڈپٹنے کا عہدہ سنبھال لیا- بابا نے ایک دن کہا-

''بیٹا! یہ انسان ہی ہیں- ان کی طاقت سے بڑھ کر کام نہ لو-''

''ان کی طاقت سے بڑھ کر؟'' وہ چیخی- ''بابا! کمال کرتے ہیں آپ- اتنے دن گھر میں آرام

Pdf by Roadsign

ہی کیا ہے انہوں نے۔ کام نہیں۔ گھر کی حالت دیکھیں۔ جالے۔ گرد سوکھے پتے۔"

"بیٹا جی! کوئی کام خود بھی کر لینا چاہیے۔ ہر وقت نوکر کی محتاجی اچھی نہیں۔"

اسے نوکر کو بلا کر پانی مانگتے دیکھ کر بابا نے نصیحت کی۔ وہ حیرانی سے بابا کو دیکھنے لگی۔ انہوں نے کبھی اس طرح اسے نہیں ٹوکا تھا۔ اس کے بعد بھی۔ روز کوئی نصیحت تیار رہتی۔ خصوصاً نوکروں کی حمایت اسے سخت ناگوار ہوتی۔ یہ پھپھو کے گھر رہنے کا اثر تھا۔ لیکن اس میں فریال کا کیا قصور۔ پھپھو کے گھر نوکر تھے ہی نہیں۔ ظاہر ہے انہیں خود ہر کام کرنا پڑتا تھا۔ اسی لیے شاید بھی مصروف رہتی جب کوئی نوکر تھا ہی نہیں تو وہ کس پر حکم چلاتی۔

پھر بابا کا لہجہ بدل گیا۔ اب وہ کہتے "لڑکیوں کو کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔ ورزش بھی ہوتی رہتی ہے۔ کام بھی آجاتا ہے۔"

ایک دن بولے "بیٹا انسان کو ہر حالت میں مضبوط رہنا چاہیے۔ خصوصاً لڑکیوں کو مقابلے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ہر کام سیکھنا ضروری ہے۔ کبھی نوکر نہ ہو تو۔"

"کیوں نہ ہو۔ اگر ایک نہ ہوا۔ ہم دوسرا رکھ لیں گے۔"

"ہاں رکھ لیں گے۔ مگر ہاتھ پیر چلتے رہیں تو حرج کیا ہے۔ لڑکیوں کو ہر کام سیکھنا چاہیے۔"

"بابا! لگتا ہے پھپھو نے میرے بارے میں آپ کو خاص ہدایات دی ہیں۔" وہ مشکوک ہوگئی۔

بابا نے قہقہہ لگایا۔ "ارے نہیں۔ دراصل اتنے دن شاء کو دیکھ دیکھ کر عادت ہوگئی ہے۔ اس کو ہر لمحہ متحرک دیکھ کر مجھے تمہاری ڈل زندگی کا احساس ہو رہا ہے۔ اسے ہر کام میں مہارت تو ہے ہی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی ماں باپ کی خدمت' مہمانوں کی تواضع' گھر کی دیکھ بھال میں کس قدر چوکس رہتی ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ ان کے گھر کوئی بازار کی چیز نہیں آتی بسکٹ' کیک وغیرہ نمک پارے' سموسے سب وہ خود بنا لیتی ہے اور کس قدر لذیذ۔"

فریال پر بھلا کیا اثر ہوتا۔ اسے تو بابا کے اس ریمارک نے کہ انہیں فریال کی زندگی ڈل نظر آتی ہے سکتے میں ڈال دیا۔

"ڈل زندگی بابا؟ کیا ہر وہ کام کرنے سے آدمی متحرک زندگی گزارتا ہے۔ ایسے کام جو کوئی بھی نوکر کر سکتا ہے۔"

"نوکر انسان کو سست بنا دیتے ہیں۔ یہ تو ماننا پڑتا ہے۔ کیا تم سمجھ سکتی ہو کہ جو کام شاء کرتی ہے۔ وہ نوکر کر سکتے ہیں؟ وہ احساس کہ اس کے ماں باپ کو بلکہ مجھے بھی ہاتھ نہ ہلانا پڑے۔ وہ خود دوڑ پڑتی ہے۔ بستر درست کرنے سے لے کر تکیہ سر کے نیچے رکھنے' سر دبانے' بغیر منہ سے کہے چائے' بلکہ پانی پلانے تک' اس کا چاق چوبند ذہن اپنے آس پاس رہنے والوں کا خیال رکھنے میں ہمہ وقت آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔ کس لیے؟ اسے نوکر کا آسرا نہیں۔"

Pdf by Roadsign

''بابا! پھپھو نے انہیں تربیت ہی ایسی دی ہے۔'' وہ قائل ہوگئی۔

''تم یقین نہیں کرو گی۔ آپا نے اپنے گھر میں یعنی ہمارے اماں ابا کی موجودگی میں کبھی کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ کھانا پکانے والی ایک بوا تھیں۔ اماں نے آپا سے کبھی برتن نہیں دھلوائے۔ سلائی وغیرہ تو سکھانا لازمی تھا۔ سسرال میں آپا کو کچھ تکلیف بھی ہوئی کہ وہاں نوکر رکھنے کا دستور نہ تھا۔ کنبہ بھی بڑا تھا۔ مگر آپا نے کبھی شکایت نہیں کی بلکہ اپنی صلاحیت کا بھرپور استعمال کیا۔ میں چاہتا تھا تم اتنے دن جو وہاں رہی ہو تو ان سے کچھ سیکھ لیتیں۔''

''سیکھ لوں گی۔ پھپھو کی بھتیجی ہوں آخر۔'' وہ لاپروا بنی رہی۔

وہ بابا سے متفق نہ تھی۔ ماموں کے ہاں کیا کمی تھی۔ اسے بھلا کیا کرنا ہوگا۔ سوائے اس کے کہ آواز دے کر چائے منگوالے۔ جیسا کہ مامی کرتی ہیں۔

''شکور! چائے لے آؤ۔''

''نصیر! کولڈ ڈرنک لاؤ۔''

''شانو! کرسیاں لان میں لے جاؤ۔''

''میرے کپڑے ڈرائی کلین کے لیے لے جاؤ۔''

اور بس یا پھر وہ کسی ملازمہ کو ساتھ لے کر شاپنگ کے لیے چلی جاتی ہیں۔ ان کی بیٹیوں کو کچھ بھی نہیں کرنا ہوتا سوائے باتوں کے۔ مگر بابا انہیں کیسے سمجھائے۔ میں وہ متوسط طبقے کی لڑکی نہیں ہوں۔ جنہیں بن سنور کر اجنبی خواتین کے سامنے چائے لے کر جانا پڑتا ہے اور اپنی نمائش پر افسردہ ہو کر اعتماد کھونے کا ماتم کرنا پڑتا ہے۔ شہریار تو مجھ سے کبھی کوئی کام لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ابھی اس دن آتے ہی۔ بھرپور نظروں سے جائزہ لے کر بولے۔

''ہاں بچ رہی ہو۔ یہ رنگ تم پر سج گیا ہے۔ جیسے خاص تمہارے لیے بنا ہو۔ فری تم نے کیا جادو کر دیا ہے مجھ پر اب تو تمہارے بغیر جینا مشکل لگنے لگا ہے۔''

میں شرما گئی۔ کیسے بیباک انسان ہیں اف۔ شکر ہے اس وقت بہری بوا کے سوا کوئی نوکر نہ تھا۔

''تم ہمارے ہاں کیوں نہیں آتیں۔ کیا انکل نے پابندی لگائی ہے۔''

''نہیں، نہیں۔ دراصل اتنے دنوں کے بعد آئی ہوں۔ سینگ چینج کروا رہی ہوں ڈرائنگ روم کی۔''

''تھک جاتی ہوگی۔ میں شانو کو بھیج دوں گا وہ کر لے گا۔ تم یہ کام نہ کیا کرو۔ انکل منع نہیں کرتے تم کو۔'' کتنا پیار تھا ان کے لہجے میں۔ وہ سرشار ہوگئی۔

''انکل سے کہو میرے صبر کا زیادہ امتحان نہ لیں اب اور انتظار نہیں ہوتا۔''

وہ اس کے بالکل قریب آگئے۔ اس کے کان میں کوئی بات کہنا چاہتے تھے۔ سانس کے ساتھ

Pdf by Roadsign

ایک ناگوار سی بو نے اسے چوکنا کر دیا۔ وہ پیچھے ہٹی۔ شہریار نے سر اونچا کر کے قہقہہ لگایا۔

''شرمانے کی کیا بات ہے۔ کچھ دن کی بات ہے تم میری ہو گی۔''

وہ واپس جانے کے لیے مڑے۔ قدم لڑکھڑائے۔ لہراتے ہوئے پورچ میں چلے گئے۔ فریال ان کے جملے اور انداز میں ایک عجیب سا فرق محسوس کیے بغیر نہ رہی۔ شاید آواز بھی لڑکھڑا رہی تھی۔ بابا کے آتے ہی وہ انہیں دکھانے کو کوئی کپڑا لے کر ڈسٹنگ کرنے لگتی کبھی ملازمہ کو پکار کر اس پر اعتراض کرتی۔

''کہاں تک سب کی نگرانی کروں۔ سب کے سب نکمے' ناکارہ۔''

''تو انہیں نکال دو۔ خود کر لیا کرو صفائی۔'' بابا کے پاس مشورہ' تجویز یہی تھی بس۔

اس دن بھی باپ کو دیکھ کر وہ ادھر ادھر پھرنے لگی' گویا بہت مصروف ہو۔ بابا اخبار لے کر بیٹھ گئے۔ فریال ڈیکوریشن پیس اٹھا کر آنچل سے رگڑنے لگی۔

''آج بشیراں نے خاص صفائی کی ہے۔ نظر کمزور ہو گئی ہے شاید۔''

کچھ دیر کے بعد بابا کی تھکی تھکی آواز آئی۔

''فریال بیٹے! کیوں خود کو تھکا رہی ہو' بشیراں کو بلا لو۔''

''پتا نہیں' کہاں غائب ہے۔''

''فری بیٹے! آپ کو یاد ہو گا۔ میں نے ایک بار ثناء کی مثال دی تھی کہ وہ صرف گھر کے کام ہی نہیں کرتی۔ دوسروں کا خیال بھی رکھتی ہے۔ آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے مجھے۔ انتظار میں ہوں کہ کب میری بیٹی کو خیال آئے گا اپنے بابا کا۔ بہت تھکا ہوا ہوں۔ چائے کی طلب ہے۔''

فریال شرمندہ ہو کر خانساماں کو آوازیں دینے لگی۔

''بیٹا! ایک پیالی چائے خود ہی بنا لو۔ بلکہ اپنے لیے بھی۔ دونوں باپ بیٹی ایک ساتھ بیٹھ کر پئیں گے اور باتیں کریں گے۔''

''میں؟ بابا۔ مجھے چائے بنانی نہیں آتی۔'' وہ شرمندہ ہو گئی۔

''اچھا؟ ثناء کے ساتھ رہ کر بھی.... خیر چلو۔ میں تمہیں چائے بنانا سکھاتا ہوں۔'' کہہ کر بابا اٹھے اسے پکڑ کر کچن میں لائے۔ مگر افوہ کچن کی تو حالت ہی عجیب تھی۔ بدنظمی' ابتری چائے ملی نہ چینی۔ جھوٹے برتن' خالی ڈبے نہ جانے کیا کیا الم غلم' وہ مزید شرمندہ ہو گئی۔

''بیٹا! تم نے آپا کا کچن دیکھا تھا نا؟ چھوٹا۔ جدید سہولتوں سے عاری۔ پرانے زمانے کا' کتنی صفائی اور ترتیب تھی وہاں۔ بغیر تلاش کیے ہر چیز مل جاتی تھی۔ ایک بار جب تم اور ثناء اوپر چھت پر گیمیں مار رہی تھیں میں نے خود چائے بنائی۔ ہمارا کچن تو امریکن اسٹائل کا ہے۔ ہر قسم کی سہولت ہے۔ پھر یہ اس قدر گندا بے ترتیب کیوں ہے۔ اس لیے بیٹا! کہ آپ نے صرف حکم چلانا سیکھا

Pdf by Roadsign

ہے- ہاتھ ہلانا نہیں- آپ کو خود پتا نہیں کہ کون سی چیز کہاں ہونی چاہیے- چلو خیر خانساماں آئے گا تو چائے بنالے گا-''

بابا اسے شرمندہ دیکھ کر بہلانے لگے- ''چلو آج کہیں سیر کے لیے چلتے ہیں- ہاں وہ تمہاری ٹیچر ملی تھیں- فریال بیٹا کیا آپ نے کالج چھوڑ دیا ہے؟'' اچانک بابا کو خیال آیا تھا-

''دل نہیں لگتا میرا پڑھائی میں-'' وہ منہ بنا کر بولی- ''کرنا کیا ہے مجھے ڈگری لے کر-''

بابا رک گئے- ''علم اور عقل دونوں کو حاصل کرنا ہے-'' بابا کا لہجہ خاصا سخت تھا-

''ثناء کو دیکھو- حالانکہ اس کے والدین زیادہ تعلیم یافتہ نہیں- وہ اب بھی پڑھائی کے لیے بے چین رہتی ہے- مجھ سے سفارش کروائی تھی اس نے کہ اسے ماسٹرز کے لیے اجازت دی جائے- تعلیم کام آتی ہے بیکار نہیں جاتی-''

اس دن خانساماں کی شامت آئی- خوب مٹی پلید کی فریال نے- کھڑے ہو کر صفائی کروائی- مگر بابا کو اس کا چیخنا چلانا پسند نہیں آیا- بابا کچھ سست اور چڑچڑے ہو گئے تھے- وہ فریال کو گھر کے کاموں میں فعال دیکھنا چاہتے تھے- مگر وہ ثناء نہیں بن سکتی تھی' کبھی نہیں' اسے ضرورت ہی نہیں تھی-

☆☆

پھپھو کا خط آیا تھا- ثناء کی شادی طے ہو گئی تھی- بہت اصرار سے بلایا تھا- شادی اسی جگہ طے ہوئی تھی جہاں کی خواتین بار بار آئی تھیں- شاید پھپھو ''معلومات'' کروا کر مطمئن ہو گئی تھیں-

بابا نے کہا ''تیاری کرلو- جس چیز کی ضرورت ہو' لے لو-''

شادی میں جانے کے لیے بابا کو اس کا کالج یاد آیا نہ تعلیم- اسے بھی کب پروا تھی- یوں بھی شہریار نے اس کو ناران جانے کی دعوت دی ہوئی تھی- ابھی مامی نے کنفرم تو نہیں کیا تھا- مگر ظاہر ہے وہ اس ٹرپ کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی- کاغان' سوات تو دیکھے بھالے تھے- اب ناران اور کالام کا شوق-

وہ سوچنے لگی- کیا بہانا کرے بابا سے- کیونکہ ثناء کی شادی اور ناران کا سفر ایک ہی تاریخ کو تھا- اس نے شہریار کو فون کر کے کہا کہ کیا ناران مجوزہ تاریخ سے پہلے نہیں جاسکتے- شادی کے بارے میں بتایا- شہریار بگڑ گیا-

''گولی مارو شادی کو- شادیاں تو ہوتی رہتی ہیں- تم اپنے باپ سے کہو- ناران جانا زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ میں کہہ رہا ہوں-''

اور اس نے بابا سے کہہ دیا- ''میں ناران جارہی ہوں- کیونکہ ماموں کی فیملی مجھے لے جانا چاہتی ہے- پھپھو سے بعد میں آ کر مل لوں گی- اس شادی کے لیے میں ناران کی سیر کی قربانی نہیں دے

Pdf by Roadsign

سکتی۔''

بابا اسے گھورتے رہے پھر بولے۔''ناران کیا کہیں اٹھ کر چلا جائے گا؟ کہ تم اسے نہیں دیکھ سکو گی۔''

سخت لہجہ تھا۔اس نے پھر شہریار کو فون کیا۔مجبوری بتائی۔

''شادی سے آ کر پھر چلے چلیں گے۔اسی دن جانا ضروری ہے کیا؟''

شہریار بگڑا۔''ہاں ضروری ہے۔کیونکہ میں ارادے نہیں بدلا کرتا۔بس تمہیں چلنا ہے۔''

''بابا نہیں مانیں گے۔پھپھو کے گھر کی پہلی خوشی ہے۔''

''واٹ؟ پہلی خوشی۔''وہ فون پر اتنے زور سے چلایا کہ فریال کے کان میں کھجلی ہونے لگی۔

''کیا چیز ہے یہ پہلی خوشی؟ اور ہے تو ان کے لیے۔تمہاری پہلی خوشی میرے ساتھ ہے اور زندگی بھر کی خوشیاں بھی میرے ساتھ شیئر کرنی ہیں تمہیں۔آیا سمجھ میں۔''

اس کے بعد زناٹے سے اس نے انگلش میں ایک لمبا لیکچر دیا کہ کیوں فریال کا ساتھ جانا ضروری ہے۔کیونکہ اس کے بغیر ناران کی وادی کا حسن ماند پڑ جائے گا۔اس کا یہ سفر بے کار جائے گا۔وہ ہر حال میں فریال کو اپنے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے اور فریال کو ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ ابھی سے اگر وہ اس کے اشاروں پر چلنے سے انکار کرے گی تو اپنا نقصان کرے گی وغیرہ۔

فریال ڈر گئی۔اس نے بابا کو رضامند کرنے کی کوشش کی۔

''افسوس بیٹا!''بابا کمزور لہجے میں بولے۔''میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم میری چھوٹی سی خواہش اپنی سیر و تفریح پر قربان کرو گی۔شاید میری تربیت میں کوئی کسر رہ گئی۔مگر تربیت ملی بھی کب۔میں ادھر سے لاپروا رہا۔چلو تمہاری مرضی۔''

بابا کا شکست خوردہ لہجہ اور مایوس چہرہ....وہ اداس ہو گئی۔باپ کی خوشی شہریار کا حکم۔اس نے مامی کو فون کیا۔انہوں نے خیریت پوچھی۔

''مامی دراصل میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جن تاریخوں میں آپ لوگوں نے ناران کا پروگرام بنایا ہے۔پھپھو کی بیٹی کی شادی ان ہی دنوں ہے۔میں چاہتی تھی کہ آپ پروگرام بعد میں رکھ لیں۔میں شادی سے آ جاؤں تب' شہریار کو ضد ہے کہ میں ناران ان کے ساتھ ضرور جاؤں۔''

مامی ہائیں۔مگر ہم تو ناران نہیں جا رہے۔وہ تو شہریار کا اپنے دوستوں کے ساتھ پروگرام ہے۔تمہارے ماموں اسے منع کر رہے ہیں۔انہیں اس زمانے میں شہریار کی مدد کی ضرورت ہے۔خیر۔میں اسے سمجھا لوں گی۔تم پھپھو کے گھر ضرور جاؤ۔''

کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔وہ حیرت سے سوچتی رہ گئی۔شہریار اپنے دوستوں کے ساتھ جا رہا ہے۔مجھے کس لیے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔

Pdf by Roadsign

کچھ دیر بعد شہریار کا فون آ گیا۔ سخت مشتعل تھا۔

''تم نے ماما کو کیوں بتایا۔ میں نے کب کہا تھا کہ ماما ساتھ جا رہی ہیں۔ کیا تم میرے ساتھ کبھی کہیں گئی نہیں ہو۔ بہت فضول چیز ہو تم بے عقل میرا سارا پروگرام تباہ کر دیا تم نے ٹھیک ہے جاؤ۔ مگر یاد رکھو آئندہ میں تمہاری ایسی کوئی حرکت برداشت نہیں کروں گا۔ تم ہو کیا۔ میں نے تمہیں اہمیت دی ہے۔ تمہیں احسان ماننا چاہیے۔''

نہ جانے اور کیا کیا کہتا رہا۔ فریال سنتی رہی۔ آنسو بہاتی رہی۔ کس قدر صدمہ پہنچا تھا اسے شہریار کے الفاظ سے۔ آخر کیا احسان تھا اس کا۔ اس کے ماں باپ نے اس کی مرضی معلوم کر کے رشتہ دیا تھا۔

وہ فون بند کر کے چپ چاپ کمرے میں آ گئی اور پھر اس نے سوٹ کیس میں کپڑے بھرنے شروع کر دیے۔ شہریار کو ناراض کر کے اسے خوشی نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس نے بھی تو دھوکا دیا تھا۔ اپنی غلطی کون مانتا ہے۔ الٹا احسان جتانے لگا۔ کیا میں اس کے ساتھ اس کے دوستوں کے ہمراہ اتنی دور جا سکتی تھی۔ بابا تصدیق کیے بغیر اجازت دے دیتے کیا؟ مگر شہریار ایسی بات سوچنا پسند نہیں کرتا۔ وہ اس کی منگیتر ہے اور اسے اپنے ساتھ ہر جگہ لے جانا اس کا حق ہے۔ خواہ وہ ناران ہو کالام ہو یا جہنم اگر ایسی بات وہ بابا کو بتا دے تو... نہیں وہ نہیں بتا سکتی۔

بابا یوں بھی کچھ دنوں سے ماموں سے ناراض تھے یا کم از کم خوش نہیں تھے۔ انہوں نے اس سے کہا تھا کہ جب ماموں کے ہاں جانا ہو مجھ سے کہو۔ میرے ساتھ جایا کرو۔ یہ ان کی خفگی کی علامت تھی۔

فریال نے جب بابا کو بتایا کہ وہ بالکل تیار ہے۔ بس بینک لاکر سے کچھ جیولری نکالنی ہے۔ بابا یکدم بشاش ہو گئے۔ انہوں نے اسے گلے لگا کر پیار کیا اور کہا۔

''آپا کی ایک ہی بیٹی ہے۔ تم نہ جاتیں تو ان کو جتنا صدمہ ہوتا اس سے زیادہ مجھے۔ سیر تفریح تو کبھی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر شادی تو ایک بار ہی ہوتی ہے۔ تم دیکھنا انجوائے کرو گی۔ ہمارا سب خاندان ہو گا۔ میں تو سب سے الگ تھلگ ہو کر رہ گیا ہوں۔ آپا کا سب سے تعلق ہے تم ملو گی تو خوش ہو گی۔''

بابا بے حد مسرور تھے اور فریال کو بھی ان کی خوشی سے خوشی ہو رہی تھی۔

☆☆

وہ پھپھو کے ہاں آ گئی۔ ان کے گھر میں خوب رونق تھی۔ ابھی شادی میں کئی دن باقی تھے۔ لیکن کئی فیملیز جمع تھیں اور ابھی آنے والی تھیں پنڈی کراچی سے جو لوگ لاہور میں تھے وہ روز چکر لگاتے۔ گانے گائے جاتے اور ہنسی مذاق ہوتا۔ ثناء کا سب نے ناطقہ تنگ کیا ہوا تھا۔ ثناء کی

Pdf by Roadsign

پھپھو جان انگلینڈ میں رہتی تھیں۔ وہ بطور خاص اپنی بیٹی اور بیٹے کو شادی کی رونق دکھانے کے لیے لائی تھیں۔ ان کے بچے کئی سالوں بعد آئے تھے اور خوب لطف لے رہے تھے۔ انہیں پھپھو جان ہر بات بڑی تفصیل سے بتاتی تھیں۔ یہ گانا اس موقع کا ہے۔ یہ گیت اس وقت کا اس کا مطلب ہے۔ وغیرہ وغیرہ ان بچوں کی لاعلمی اور بے خبری بھی دلچسپی کا سبب تھی۔ شادی میں شریک ہونے والے سب خاندان کے لوگ تھے۔

پھپھو نے سب سے فریال کو ملایا۔ حیرت انگیز بات تو یہ تھی کہ لڑکے لڑکیاں سب تعلیم یافتہ، فیشن ایبل، خوش لباس، خوش مزاج، بابا کے چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد، بھائی بہنوں کی لمبی فہرست تھی۔ ان کی اولادیں بھی کافی تعداد میں تھیں۔

سب کو شکوہ تھا کہ بابا نے خاندان سے لاتعلقی اختیار کر رکھی ہے۔ ہمارے ہاں تو لڑکیاں سسرال سدھارتی ہیں۔ یہاں ہمارا بھائی سلمان سسرال سدھار گیا اور وہیں کا ہو رہا اللہ بھلا کرے آپا کا جو ہر موقعے پر ہمیں یاد رکھتی ہیں۔ ورنہ ہم کیا کرتے اولاد کو کیا بتاتے۔

پھپھو کے جیٹھ، دیور، نندیں معہ اولادوں کے روز آ جاتیں۔ خوب شور شرابا ہوتا۔ لڑکے بھی برابر شریک رہتے اور لڑکیوں کا خوب مذاق اڑاتے۔ گانوں کی پیروڈی بنا کر سناتے، لڑکیاں خوب شور کرتیں۔

''کیسے بھائی ہو، بہنوں کے خلاف محاذ قائم کر لیا ہے۔ دولہا والوں کے خلاف گیت بناؤ۔''

لڑکے کہتے ''بہنوں کے خلاف کب محاذ بنایا ہے؟''

اس پر واویلا ہوتا۔ مایوں والے دن خوب ابٹن کھیلا گیا۔ بڑا ہنگامہ رہا۔ ثناء عموماً ان شیطانوں کی ٹولی میں شریک نہیں ہوتی تھی اپنے کمرے میں ہی محدود تھی۔ جس پر پھپھو جان کے بچے سوال کرتے ''ثناء آپی سب کے ساتھ کیوں شریک نہیں ہوتیں۔ گانا کیوں نہیں گاتیں۔ کیا انہیں شادی کی خوشی نہیں؟''

''بیٹا! ثناء ایک مشرقی لڑکی ہے۔'' ثناء کے تایازاد سجاد نے بتایا۔ ''اور مشرقی لڑکی اپنی حد کے اندر رہتی ہے۔''

''اور جو لڑکی حد سے باہر ہو۔ اسے رافعہ کہتے ہیں۔'' شاہد نے طنزاً کہا۔

رافعہ ان کی پھپھی زاد بہن تھی کافی ایڈوانس۔ دراصل وہ لڑکوں سے جلد فری ہو جاتی تھی، اس پر اس کا لڑکے ہی ریکارڈ لگاتے۔ وہ برا نہیں مانتی تھی۔ بہت پراعتماد تھی، ہر بات کو مذاق میں اڑا دینا وتیرہ بنا رکھا تھا اس نے۔ بلکہ ثناء کی ددھیال سب ہی روشن خیال اور تعلیم یافتہ تھی اور فریال نے محسوس کیا کہ وہ سب کزنز ثناء کی بہت عزت کرتے تھے۔ فریال سے رہا نہیں گیا۔ اس نے پوچھ لیا۔

Pdf by Roadsign

''سب لوگ ثناء کا اس قدر احترام کیوں کرتے ہیں- حالانکہ کئی کزنز سے چھوٹی ہے وہ-''

جواب ملا- ''کیونکہ وہ قابلِ احترام ہے- وہ ہماری ہر محفل میں شریک ہوتی ہے- لیکن پوری محفل میں اس سے زیادہ شائستہ اور سمجھدار کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوتی- اس میں جو وقار ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم اس کا احترام کریں- وہ بلاضرورت کسی لڑکے سے مخاطب نہیں ہوتی- اپنی عزت کروانا جانتی ہے-''

ثناء کی تعریف توصیف سب کرتے تھے- ثناء کی بڑی تائی بہت دلچسپ خاتون تھیں- وہ لڑکے لڑکیوں سے خوب ٹھٹھول بازی کرتیں- گھر میں ان کی وجہ سے خوب رونق تھی-

کھانا پکوانے کھلوانے کی ذمہ داری انہوں نے اپنے سر لی ہوئی تھی- ناشتہ پھپھو جان کی ذمہ داری تھا- ناشتے پر تو محدود لوگ ہوتے- یعنی وہی جو رات کو رہتے تھے- مگر کھانے پر بہت لوگ ہو جاتے- تائی خود کھانا نکلواتیں- لگواتیں- لڑکیوں کو تو کام سے لگاتی ہی تھیں' لڑکوں کو بھی بخشنا نہیں سیکھا تھا- اس لیے کسی سے سلاد بنوا رہی ہیں- کسی کو میوہ صاف کرنے پر لگا دیا- ان کے خیال میں لڑکیاں میوے کی صفائی جلدی کر دیتی ہیں- کچھ بچتا ہی نہیں- لڑکوں سے کچھ تو بچ ہی جاتا ہے-

چاول صاف کرنے کے لیے بھی انہوں نے لڑکوں کو جمع کر لیا تھا- کراہتے ہوئے' آہیں بھر بھر کر چاول کی بوری کے گرد بیٹھے تھے-

''بھئی مجھے تو ٹھنڈ لگنے لگی ہے- اس قدر ٹھنڈی آہیں جمع ہو گئی ہیں کہ لگتا ہے میں تو جم جاؤں گی- عنقریب درجہ حرارت صفر پر آنے والا ہے-''

تائی نے کہا اور کمرے سے نکل گئیں لڑکوں نے فوراً قوالی شروع کر دی اور چاولوں سے ایک دوسرے پر نشانہ بازی بھی-

لڑکیاں فرش بچھانے اور صفائی پر مامور تھیں- کچن میں تو تھیں ہی لڑکیاں- ہر کام وقت پر ہوتا- پھپھو جان بہت سخت ایڈمنسٹریٹر تھیں- انہوں نے اعلان کر دیا تھا جو صبح اٹھ کر ناشتے کی میز پر جمع ہو جائے- اسے ناشتہ ملے گا- سوتے رہنے والوں کو اپنا انتظام خود کرنا ہوگا- کچن میں داخلہ دس بجے کے بعد بند- کیونکہ اس کے بعد کھانے کا سلسلہ شروع ہو جائے گا- کچن مصروف ہوگا-

پھپھو کو سب نے ذمہ داری سے بری کر دیا تھا- وہ بہت خوش اور مطمئن تھیں- ثناء کی سسرال بھی دولت مند ہونے کے باوجود سادہ اور بے تکلف تھی- ثناء کی ساس تو کچن میں گھس کر اپنی خاطر خود کر لیتیں-

''لگتا ہے ثناء کی ساس کو بھوک بہت لگتی ہے- ان کا سارا وقت کچن میں گزرتا ہوگا-''

''ہوشیار ثناء خبردار! ساس کی خاطر کے لیے تمہیں بھی کچن میں رہنا ہوگا-''

Pdf by Roadsign

ثناء کا خوب مذاق اڑایا جاتا- تائی مایوں والے دن اپنے خانساماں کو لے آئیں' خوب موٹا مسٹنڈا' سیاہ فام' تائی کی بیٹیاں فرخندہ تابندہ تو اس کی صورت شناس تھیں مگر بہت لوگ اسے نہیں جانتے تھے- لڑکوں نے لڑکیوں کو ڈرایا' کہا ایک عدد کالا دیو نازل ہوا ہے- ادھر پھپھو کو بھی اس کی آمد پسند نہیں آئی- انہوں نے نند سے کہا-

''میں نے کہا عاشی! بھئی اس مسٹنڈے کو تو میں برداشت نہیں کر سکتی- ہماری بچیوں کو گھورا کرے گا- کیسی موم ملائی جیسی لڑکیاں ان کو تو ہوا نہیں لگی- اب اس کی نظروں میں رہیں گی- کہیں نظر نہ لگا دے- یہ بھابھی جان کو کیا سوجھی- کھانا تو پک ہی رہا تھا روز-''

''ارے بھابھی! لڑکیوں کی فکر نہ کریں- وہ تتی ہوا کیا گرم دھوپ میں جھلتی رہتی ہیں- اسکول کالج کے آنے جانے میں' بھابھی جان نے مہربانی کی ہے- ہمیں آرام ہی رہے گا- بچیوں کو میں منع کر دیتی ہوں- باورچی خانے کا رخ اس وقت کریں جب وہ بھتنا وہاں سے چلا جائے- اس کو بھی کہنا ہے کہ کھانا پکا کر باہر چلا جایا کرے- بھابھی جان خود سمجھا لیں گی اسے- آپ اعتراض کر کے کیوں بری بنیں-''

پھپھو چپ ہو گئیں-

لڑکیوں کے تو مزے ہو گئے' جب بھی کوئی بھائی تھکن کا عذر کر کے چائے بنوانے کا کہتا- لڑکیاں صاف انکار کر دیتیں-

''وہاں تو خانساماں ہو گا-''

''وہ کوئی ہوا ہے کہ بھوت ہے؟''

''وہ کوا ہو سکتا ہے ہوا نہیں- دیو ہے' بھوت نہیں-'' شمع نے بتایا-

تایا کے بیٹے واسع نے اپنی بہن سے کہا- ''تابندہ! تم چائے بنا لاؤ-''

''کیوں؟ میں فالتو ہوں- وہ بھتنا جو ہے وہاں-''

''ارے ہمارا پرانا خانساماں ہے-'' واسع نے خفا ہو کر کہا- ''تمہارے لیے نیا تو نہیں-''

''تو پہلے مجھے کب خبر تھی کہ وہ بھتنا ہے-'' تابندہ نے منہ بنایا-

''کمال ہے-'' واسع خود جا کر چائے بنوا لایا-

''دیکھو اس بھتنے نے کتنی اچھی چائے بنائی ہے- ثناء کو پلاؤ- پھر صحیح داد ملے گی-''

''جی نہیں- ثناء کی خیر خیریت سے شادی ہونے دیں- کہیں بھتنے کا اثر نہ ہو جائے-''

''ویسے یہ دیو کھانا اچھا بناتا ہے-'' سب کا متفقہ فیصلہ تھا-

''تم لوگوں نے بے چارے کو بدنام کر رکھا ہے مفت میں- اب بندے کی شکل اللہ میاں نے ایسی بنا دی تو وہ کیا کرے-''

Pdf by Roadsgo

''کم از کم کھانا نہ بنائے بلکہ۔''

''بلکہ سیدھا جیل چلا جائے۔ جلاد کا کام فوراً مل جائے گا۔''

''دوسری بات یہ کہ آپ چاہتے ہیں۔ بلکہ آپ کو اعتراض ہے کہ ہم نے مفت میں بدنام کیا ہے تو آپ اس کو واپس لے لیں۔ یعنی ہمیں ہماری کارکردگی پر انعام کیش کی صورت میں دیں۔ پھنس گئے نا رافع بھائی۔''

''پھنسے تو ہیں مگر دوسرے طریقے پر۔'' اسامہ نے آنکھ دبا کر کہا اور لگا دی چھلانگ باہر۔ رافع اسے مارنے دوڑے۔ طیبہ کا رنگ سرخ پڑ گیا۔

☆☆

مہندی کا فنکشن بھی کافی شاندار رہا۔ اس روز سرفراز نے سرخ ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ سفید پینٹ پر سرخ ٹی شرٹ سرفراز کی گوری رنگ پر کھل رہی تھی۔ سب اس کا مذاق بنا رہے تھے کہ وہ لڑکی لگ رہا ہے۔ گوری گوری لگتا ہے تازہ تازہ ایکس لگائی ہے۔ سرفراز ٹی شرٹ اتار کر سفید قمیص پہن آیا۔ فریال نے کہا۔

''اتنی اچھی لگ رہی تھی۔ کیوں اتاری تم نے۔''

''سب مذاق اڑا رہے تھے اس لیے....''

''تو اڑانے دو مذاق کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔''

''چوٹ بھی لگتی ہے عزت نفس کو۔'' سرفراز سنجیدہ ہو گیا۔ فریال حیران ہو گئی۔ کتنی معمولی باتوں سے ان بہن بھائی کی عزت نفس مجروح ہو جاتی ہے۔

لڑکے والے بہت شاندار بری لائے تھے اور ان کی طرف سے بھی لڑکے لڑکیاں تیاری سے آئی تھیں۔ گانے کم، ہنسی مذاق پھبتیاں زیادہ۔

اگلے دن شادی تھی۔ ثناء دلہن بن کر بہت حسین لگ رہی تھی۔ سب کا متفقہ فیصلہ تھا کہ وہ جنت کی حور لگ رہی ہے۔ گلابی تیز کلر کے سوٹ پر فیروزی کام بنا ہوا تھا اور بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا۔ تائی نے سب لڑکیوں سے کہا۔

''دیکھو ایسی ہوتی ہے دلہن۔ تم لوگ تو سب میک اپ میں ہوتی ہو۔ کنواری بیاہی کا فرق ہی نہیں رہا۔ ثناء نے کبھی کوئی مصنوعی چیز نہیں لگائی۔ آج میک اپ نے اس کو جنت کی حور بنا دیا۔ تم لوگ دلہن بن کر خاص نہیں لگو گی۔ یاد رکھنا۔''

''سچی بات ہے۔ دولہا بھی کم نہیں۔ بڑی حسین جوڑی ہے۔ مبارک ہو۔'' سب نے پھپھو کو مبارکباد دی۔

رخصتی کے وقت پھپھو کی طبیعت خراب ہو گئی۔ ثناء نے بھی جہالت کا خوب خوب ثبوت پیش کیا۔

Pdf by Roadsign

رو رو کر سارا میک اپ تباہ کر دیا۔ ثناء کی نند نے تسلی دی کہ ''بیوٹیشن ہمارے گھر میں موجود ہے۔ فکر نہ کریں۔ جاتے ہی تیار کر لیں گے۔'' بابا پھپھو کو تسلی دیتے رہے۔

☆☆

سا اگلے دن بہنیں بھائی ثناء کو لینے سسرال گئے۔ کیا کوٹھی تھی۔ محل تھا پورا۔ باہر سے ہی شان ٹپک رہی تھی۔ مخملی گھاس کا وسیع لان اور پھولوں کی بہتات۔ لائٹنگ کے لیے جدید قسم کے کھمبے۔ بیڈمنٹن کورٹ' اندر کوٹھی تو اس قدر حسین تھی۔ کیا ڈیکوریشن کی چیزیں۔ قیمتی فریموں میں بیش قیمت حسین تصویریں۔ اعلیٰ درجے کا فرنیچر اور بس فریال تو حیرت سے اشیاء کو ہی جانچتی رہی۔

اس کے ذہن میں جیسے کوئی ریلوے انجن شنٹنگ کر رہا تھا۔ ادھر سے ادھر' ادھر سے ادھر جبکہ ثناء کے کزنز ثناء کے شوہر شہزاد سے گپیں مارنے میں لگے تھے۔ لڑکیاں ثناء کو گھیرے بیٹھی تھیں۔ واپس آ کر بھی فریال پر ایک بوجھ سا رہا۔ ثناء اتنی خوش تو نظر نہیں آ رہی تھی۔ جتنا اسے ہونا چاہیے۔ غیر متوقع طور پر بلندی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اس کی قسمت اتنی زور آور ہو سکتی ہے۔

رات کو ولیمہ تھا اور وہ شہزاد کے شایان شان اتنی چکا چوند اور جگمگاہٹ تھی۔

فریال کو رشک آ رہا تھا۔ ساس نندیں ثناء پر واری صدقے جا رہی تھیں۔ کیا تھا ثناء کے پاس اور کیا نظر آیا ثناء کی ساس کو پھپھو کا وہ پرانی لکھوری اینٹوں کا مکان۔ پرانا بوسیدہ فرنیچر۔ ثناء کچھ اتنی زیادہ حسین بھی نہیں تھی۔ ہاں اس کے چہرے پر ملاحت ہے۔ سادہ رہنے کی وجہ سے اس کی جلد میں نرمی اور چکناہٹ ہے۔ یہی خوبی انہیں پسند آئی تھی۔ مگر انہیں اپنے اسٹینڈرڈ کی لڑکی مل ہی جاتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ثناء کی سسرال کا گھر۔ فریال کے ماموں کے گھر سے زیادہ شاندار تھا۔ پھپھو نے ثناء' شہزاد اور ان کے گھر والوں کی دعوت کی۔ اپنے رشتے داروں کو بھی بلایا۔ کچھ لوگ جا چکے تھے۔ گھر میں ہی کھانے کا انتظام کیا گیا۔

فریال نے کتنا چاہا کہ پھپھو یہ دعوت ہوٹل میں کر لیں۔ گھر میں اتنی جگہ کہاں تھی۔ مگر رشتے دار لڑکے لڑکیوں نے اسی گھر کو اس قابل بنا دیا کہ سمدھیانے والے آرام سے بیٹھے۔ یوں بھی وہ لوگ خاصے بے تکلف قسم کے تھے۔

پھپھو کی معذرت پر ثناء کی چچی ساس نے منہ پھاڑ کر ہنستے ہوئے کہا۔

''واہ بہن! اب رشتہ ہوا ہے تو آپ ہمیں کچن میں بٹھائیں گی تو ہم بے عذر وہیں جا بیٹھیں گے۔''

دعوت خاصی شاندار تھی۔ سب نے تعریف کی' کھانا تائی' پھپھو اور پھپھو جان نے مل کر پکایا تھا۔ سٹنڈا خانساماں بھی مددگار تھا۔

اس دعوت میں تائی کی بیٹی تابندہ اور پھپھو کے چچازاد بھائی کی بیٹی شمع کے رشتے طلب کیے گئے۔

Pdf by Roadsign

شہزاد کے ایک چچازاد اور ایک خالہ زاد بھائی کے لیے۔ تائی تو فوراً ہی اقرار کرنا چاہ رہی تھیں۔ مگر پھپھو نے اشارے سے روکا۔ (وہی معلومات) البتہ شمع کے ابا نے سوچنے کے لیے مہلت طلب کی۔

ثناء بہت خوش تھی۔ وہ بار بار منت کرتی۔ ''تائی انکار مت کیجئے گا۔''

ادھر شمع کے والد اور والدہ سے بھی یہی درخواست۔ پھپھو نے کہا۔

''یہ لڑکی تو بائولی ہوگئی ہے۔ اے ابھی دن کتنے ہوئے ہیں۔ جو تعریفوں کے پل باندھنے لگی۔ ذرا سب کو پرکھنے تو دو۔''

شمع کو خوب ستایا گیا۔ کیونکہ وہ خاطر تواضع میں بہت آگے آگے رہتی۔ آٹھ دن بعد بابا کے ساتھ گھر واپسی پر فریال کے لبوں پر وہ سوال آ ہی گیا جس نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

''ثناء میں ان لوگوں کو کیا نظر آیا۔ جو اس قدر جوش اور پیار سے بیاہ لے گئے؟ گھر دیکھا نہ ان کی پوزیشن۔ شہزاد بھائی کو اس سے بہتر دلہن مل سکتی تھی۔ دولت مند بھی ہوتی۔ ان کی نمکی۔''

''بیٹا سب کا قبلہ و کعبہ صرف دولت نہیں ہوتا۔ اب بھی کچھ لوگ خاندان' شرافت اور سادگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپا کی بے لوث یگانگت اور ثناء کی شائستگی کی وجہ سے دو اور لڑکیوں کے لیے بھی رشتے طلب کر لیے گئے ہیں۔ یاد رکھو۔ دولت کامیابی کی ضمانت نہیں ہوتی پیسہ تو آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ محبتیں ہمیشہ رہتی ہیں۔''

پیسہ کہاں چلا جاتا ہے۔ یہ ابھی تک فریال نہیں سمجھ سکی۔ کچھ دن ثناء کی شادی کے دلچسپ واقعات اسے تنہائی میں مسکرانے پر مجبور کرتے رہے۔ پھر وہ کالج' پڑھائی اور دوستوں میں مصروف ہوگئی۔

☆☆

پھپھو کے خط آتے' ہر خط میں بابا کو تاکید۔

''اچھے ڈاکٹر کو دکھاؤ۔ مجھے تمہاری صحت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ اپنا خیال رکھو۔''

بابا ہنستے۔ ''دیکھا آپا کی چاہت۔ ابھی تک مجھے بچہ سمجھتی ہیں۔ ماں کی طرح دور بیٹھی فکرمند۔''

پھر ایک بار پھپھو نے لکھا۔ ''میں نے تم سے جس تمنا کا اظہار کیا تھا تم نے سوچ کر جواب دینے کا کہا تھا۔ کب تک سوچو گے۔ انکار کرو گے تب بھی برا نہیں مانوں گی۔ کچھ کہو تو۔''

پھر کسی عزیزہ کے بارے میں لکھا تھا کہ خالہ صاحبہ' بہو بنا کر لے تو گئیں۔ مگر چار دن نبھا نہ سکیں۔ بے چاری سے اس کا پورا جہیز چھین کر دھکے دے کر نکال دیا۔ اب وہ کہاں جائے ماں باپ بھی نہیں۔ میں نے تو سوچا تھا۔ تمہاری تنہائی کی فکر سے نجات پالوں گی۔ مگر تم کچھ کہتے ہی نہیں۔''

''یہ پھپھو نے کیا لکھا ہے۔ آپ سے ان کی کس بارے میں بات ہوئی بابا؟'' فریال اتفاق سے خط پڑھ چکی تھی۔

Pdf by Roadsign

بابا نے اسے غور سے دیکھا۔ ''ہاں انہوں نے مجھ سے میری عزیز چیز مانگی تھی۔ انہوں نے مجھ سے تمہارا ہاتھ مانگا ہے سرفراز کے لیے۔''

فریال سناٹے میں آ گئی۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ ''کیا پھپھو کو خبر نہیں۔ وہ تو شہریار سے۔ اور اور یہ تنہائی سے نجات۔'' ذہن اور بھی الجھ گیا۔

''وہ۔'' بابا ہنسے۔ ''کوئی خاتون ہیں۔ ان کو میری تنہائی میں شریک کرنا چاہتی ہیں۔ لو اب اس عمر میں اور میں تنہا کب ہوں۔ بھئی میرا بیٹا تو ہے میرے پاس۔''

''بابا! پھپھو ٹھیک کہتی ہیں۔ آپ نے اتنے سال تنہا گزار دیے۔ اب آپ کو دیکھ بھال کرنے والی کی ضرورت ہے۔ پھپھو کو آپ کی صحت کی فکر ہے۔''

''اچھا۔ تقریر کرنے کا شکریہ' آپا کے پہلے سوال کا جواب بھی چاہیے مجھے۔ میں کب سے سوچ رہا تھا۔ تم سے بات کروں بیٹا۔ میں چاہتا ہوں اپنی زندگی میں تمہاری فکر سے آزاد ہو جاؤں۔ آپا سے بہتر گھر تمہیں نہیں ملے گا۔ وہاں تمہیں اصلی چاہت' حقیقی محبت ملے گی۔ وہاں ڈیکوریشن پیسز نہیں۔ زندہ' سانس لیتے ہوئے گرم جوش انسان رہتے ہیں۔ مجھے بڑا اطمینان ہوگا۔ اگر۔''

فریال کھڑکی کی سمت منہ کر کے کھڑی ہو گئی۔ سامنے لان میں پھولوں کی کیاریوں میں بہار آئی ہوئی تھی۔ مگر اسے لگا۔ سارے پھول مرجھا گئے ہیں۔ اچانک ہی گرم ہوا نے جھلسا دیا پھولوں کو۔

''مگر..... بابا..... یہ کیسے..... مطلب ماموں۔'' وہ لڑکھڑانے لگی۔ زبان بھی لڑکھڑائی۔

''ہاں۔ ممکن ہے انہیں اعتراض ہو۔ دیکھو فری ہر شخص اپنی اولاد کی بہتری چاہتا ہے۔ کیا میں ایسا کر کے مجرم بن جاؤں گا؟ نہیں۔ مجھے تمہارے ماموں کے رویے سے افسوس ہوتا ہے اور ان کا بیٹا وہ تو مجھے اپنے آفس کلرک سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ خیر اگر اتنا ہی ہوتا۔ تب بھی تمہاری خوشیوں کے لیے برداشت کر لیتا۔ مگر صاحبزادے تیز قدمی سے نہ جانے کس راستے پر چل رہے ہیں۔ ان کی بے راہ روی بڑھتی جا رہی ہے۔ میں کہنا تو نہیں چاہتا تھا۔ ابھی تک چپ رہا۔ مگر اب پانی سر سے گزرتا جا رہا ہے۔ کسی لڑکی نے ان کے اور ان کے دوستوں کے خلاف پرچہ درج کرایا۔ وہ تھانے کی سیر کر آئے۔ مگر پولیس افسر سے بدکلامی کے نتیجے میں پھر پکڑے گئے۔ شرابی' جواری بس زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ مجھے تمہارے مستقبل کی فکر ہے۔''

بابا اٹھ کر تیزی سے باہر چلے گئے۔ ان کے چہرے پر سرخی آ گئی تھی۔ پھر وہ دوا کھا کر لیٹ گئے۔ فریال گم صم اپنی جگہ کھڑی رہی۔ شہریار بابا کی عزت نہیں کرتے۔ یہ وہ کئی بار محسوس کر چکی تھی۔ نہ جانے یہ شہریار کا رعب تھا۔ یا لحاظ کہ وہ کبھی نہ کہہ سکی ''میرے بابا۔ تمہارے بھی کچھ لگتے ہیں۔ ان کو اسی رشتے سے پکارتے ہوئے تمہیں شرم کیوں آتی ہے۔ اس طرح تمہارا۔ اپنے باپ سے کہو یہ طرز تخاطب ذلت آمیز ہے۔ مگر ہر بار زبان پر تالے پڑ گئے۔ شراب' وہ جانتی تھی شہریار دوستوں

Pdf by Roadsign

کے ساتھ کبھی کبھار شغل کر لیتا ہے۔ اونچی سوسائٹی میں اسے برا بھی نہیں سمجھا جاتا لیکن لڑکی۔ دوستوں کے ساتھ تھانہ حوالات یہ سب کیا ہے۔

بابا سے کچھ کہنے یا پوچھنے کی ہمت نہ تھی یوں تو وہ بابا سے بے تکلفی سے ہر بات کر لیتی تھی مگر.... ان کا موڈ اور وہ شہریار کی بات کرتے ہوئے کافی تلخ ہو گئے تھے فریال نے تنہائی میں دل کو ٹٹولا اگر شہریار بابا کے معیار سے گر گئے پھر کیا اس کی خاطر شہریار خود کو بدل نہیں سکتے؟

وہ یہ تو نہیں سمجھ سکتی تھی کہ شہریار اس کی خاطر کیا کر سکتے ہیں۔ ہاں وہ خود ان کے لیے خود کو بدل سکتی ہے۔ اب شہریار کا امتحان تھا۔ لیکن کیا ان کے زبانی وعدے پر بابا یقین کر لیں گے۔ وہ تو عمل پر یقین رکھتے ہیں۔

اس دن اس کا بڑا دل بے تاب ہوا۔ یا وہ ماموں کے گھر جا کر الزامات کی تصدیق کرے۔ یا شہریار خود آ جائیں۔ ماموں کے گھر جانے کے لیے بابا کی اجازت درکار تھی۔ نہ جانے دل کو کیا ہو رہا تھا۔ دل بھر آیا آنسو جمع ہو کر ٹپکنے لگے۔ پھر فون کی بیل ہوئی۔ ایمی تھی۔ کافی دن سے وہ گئی نہیں تھی۔ خیریت پوچھ رہی تھی۔ فریال نے گلا صاف کیا۔

''تم ٹھیک تو ہو فری۔''

''آں ہاں' وہ زکام۔''

''اچھا۔ تم فوراً ڈاکٹر وہاب کے پاس جاؤ۔ کیا تمہارے باپ کو اس بات کا بھی احساس نہیں کہ تمہاری صحت کا خیال رکھنا ان کی ذمہ داری ہے۔'' ایمی کا لہجہ بابا کے متعلق اہانت آمیز تھا۔ اور آج اسے خیال آیا۔ ماموں کے گھر میں سب ہی بابا کو غائبانہ طنزاً یاد کرتے ہیں۔ ایسے ہی الفاظ میں ذکر ہوتا ہے۔ وہ شخص۔ تمہارا باپ۔ تمہارے والد بزرگوار۔

''ہاں۔ میں نے دوا لے لی ہے۔ سنو ایمی! میں نے کچھ سنا ہے۔ شہری کے بارے میں۔'' اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔

''اچھا' تو تمہارے باپ کے پیٹ میں درد اٹھا اور اتنی سی بات ہضم نہیں کر سکا وہ شخص۔ بڑا احسان کیا تھا نا جیسے۔'' ایمی جیسے پھٹ پڑی۔

''بابا نے' مگر بابا نے کیا کیا ہے۔'' وہ حیران کن انداز میں چیخی۔

''تو پھر تمہیں کس نے شہری کے بارے میں بتایا؟'' ایمی سنبھل کر بولی۔

''وہ فون آیا تھا کسی کا' میں تو بابا سے پوچھ بھی نہ سکی کہ شاید انہیں علم نہ ہو اور میرے ذریعے یہ خبر انہیں پہنچے۔ ایمی! کیا ہوا تھا؟'' وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

''کچھ نہیں یہ (گالی دے کر) فضول لڑکیاں۔ پہلے پینگیں بڑھاتی ہیں۔ پھر جب بات بڑھ جاتی ہے تو عزت کی دہائی دیتی ہیں۔ کم بخت گئی کیوں تھی لڑکوں کے ساتھ بھوربن اور گئی تھی تو سوچنا تھا

Pdf by Roadsign

کہ سب فرشتے تو نہیں تھے۔ یہ مڈل کلاس لڑکیاں کچھ زیادہ ہی عزت دار بنتی ہیں۔ دولت مند لڑکوں کے تحفے وصول کرتے وقت تو باچھیں چری ہوتی ہیں اور جب وہ کچھ وصول کرنا چاہیں تو۔''

''مگر ہوا کیسے؟ شہری تو ایسے نہیں ہیں۔'' ایک امید آس تھی۔

''بہت بھولی ہو تم۔ شہری بھی اپنے دوستوں کے ساتھ ہوش کھو دیتا ہے۔'' ایمی ہنسی۔

''مگر تم نے بابا کا نام کیوں لیا تھا؟''

''اس لیے کہ شہریار کی کمبختی نے آواز دی تھی۔ لڑکی نے تھانے میں شور شرابا کیا۔ سب لڑکے پکڑے گئے۔ تمہارے باوا نے شہری کی ضمانت دی تھی۔ وہ گھر آ گیا تو فون پر پولیس افسر کو گالیاں دینے لگا۔ انسپکٹر گھر آ گیا تو اس سے ہاتھا پائی کی بھئی نشے میں ہوش کہاں رہتا ہے۔'' دھڑام امید آس کا محل زمین بوس ہو گیا۔

''تو بابا کو تو.... مطلب ضمانت۔''

''ارے نہیں۔ ضمانت انہوں نے دوسرے الزام کی کرائی تھی۔ فکر مت کرو۔ آئی جی تمہارے باپ کے دوست ہیں۔ انہیں کچھ نہیں ہوگا۔ اب پپا شہری کی ضمانت کرانے گئے ہیں۔''

''ایمی۔ شہری سے کہو پلیز۔ یہ سب.... یہ سب نہ کریں۔ بابا.... بابا کو اگر اعتراض ہوا تو۔''

''ہونے دو۔ ہمیں پروا نہیں اور تم بھی فکر نہ کرو۔''

ایمی نے فون بند کر دیا بغیر یقین دہانی کرائے۔ فریال پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس روز بابا بھی آرام کرتے رہے۔ فریال بھی۔

فریال کے چمن کی بہار تو وقت سے پہلے گرم ہواؤں کی زد میں آ گئی تھی۔ کچھ بھی یقینی نہ رہا۔ ایمی نے کتنے معمولی انداز میں بے رخی سے ذکر کیا تھا۔ کیا واقعی دولت مند لوگ بے حس ہوتے ہیں۔ بے مروت شناء کی شادی میں کئی لوگ خوشحال بھی تھے۔ ان کی لڑکیاں خوش مزاج۔ خوش مذاق اور سادہ طبیعت کی تھیں۔ شاید وہ اتنی زیادہ امیر نہ ہوں۔ ایمی جیسی' وہ جہاں جگہ ملتی لیٹ کر سو جاتیں۔ باتیں کرتے کرتے اسی جگہ لڑھک جاتیں۔ کسی کو آرام یا احترام کی خواہش نہ تھی۔ جبکہ پھپھو نے فریال کے لیے شناء کے برابر آرام دہ بستر تیار کروایا تھا۔ اس کے کھانے پینے کی پھپھو کو بہت فکر رہتی۔ اکثر تو وہ سب سے چھپا کر اسے بطور خاص کوئی فروٹ یا مٹھائی کھلا دیتیں۔ پتا نہیں وہ واقعی اس سے اتنی محبت کرتی ہیں یا بابا کے پیسے پوزیشن کا لحاظ ہے۔ بعض دفعہ خوشامد سگے بھائی کی بھی تو کی جاتی ہے۔ وہ خوشامد اور محبت کے فرق کو پہچان نہیں سکتی تھی' ابھی اسے تجربہ نہ تھا۔

☆☆☆

اس دن کے بعد بابا کی پھر اس مسئلے پر گفتگو نہ ہوئی۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے یہ بات ہوئی ہوتی تو وہ بڑا ہنگامہ کھڑا کر دیتی۔ بابا کو قائل کر کے رہتی کہ وہ صرف شہری کے ساتھ ہی خوش رہے گی' مگر

Pdf by Roadsign

ایمی کی گفتگو اس کا لاپروا انداز اور شہری کے مشاغل کی تصدیق کے بعد بابا کو قائل کرنا احمقانہ کارروائی ہوتی - بابا خاموش تھے - تو وہ بھی چپ رہی پتا نہیں پھپھو کو - کچھ جواب بھی دیا کہ نہیں -

اپریل کا مہینہ' ابھی بہار رخصت نہیں ہوئی تھی اور گرمی کا آغاز نہایت دھیمے انداز میں ہو رہا تھا - لیکن ابھی جھکڑ چلنے شروع نہیں ہوئے تھے - مجموعی طور پر خوشگوار موسم کہا جا سکتا تھا -

بابا کے دفتر جاتے ہی اسے خیال آیا - بابا تو پانچ بجے آتے ہیں کیا حرج ہے اگر میں ماموں کے گھر کا چکر لگالوں - اگر بابا کو علم ہوا بھی - زیادہ سے زیادہ ڈانٹ ہی لیں گے - ملازمہ کو ساتھ لے کر وہ ٹیکسی پر ماموں کے گھر پہنچی - ملازمہ کو تو اس نے فوراً روانہ کر دیا - سب نے گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا - مامی تو بے حد خوش ہوئیں - جب شیما شکوہ کر رہی تھی تو مامی نے اس کی حمایت کی ''وہ نہیں آئی تھی - تو تم ہی جا کر مل آتیں - وہ تو پھر بھی آ گئی ہے -''

وہ تو شہریار سے بات کرنے آئی تھی مگر اس کے دوست آئے ہوئے تھے - شہری نے اسے دیکھ لیا تھا - دور سے ہی ہیلو کہہ کر اپنے کمرے میں گھس گیا - پھر شیما' ایمی نے فریال کو خوش کرنے کے لیے پکنک کا پروگرام بنالیا وہ انکار کرتی رہی کہ صرف ملنے آئی ہے لیکن انہوں نے شہریار کو بھی بلا کر ارادہ ظاہر کیا ادھر سے بھلا کیا انکار ہوتا - شہریار کے دوست بھی فوراً راضی ہو گئے - فریال کی فریاد کسی نے سنی ہی نہیں -

پندرہ منٹ کے اندر ایمی اور شیما کے دوست لڑکے لڑکیاں بھی آ گئے - کئی گاڑیاں تھیں - فریال بے بسی سے ان کا جوش و خروش دیکھ رہی تھی - کافی دن سے وہ بھی کہیں نہیں گئی تھی - سوچا' بابا سے کہہ دوں گی وہ لوگ گھر پر آ کر زبردستی اسے ساتھ لے گئے - بابا کو نوکروں سے تصدیق کی عادت نہ تھی - یہ سوچ کر وہ بھی مسکرانے لگی -

''ایمی! ایک وعدہ کرو - دیر نہیں ہوگی - مغرب تک ہم آ جائیں گے -''

''سنو فری! پکنک میں ٹائم گزرنے کا پتہ نہیں چلتا - دوپہر کو تو دھوپ بھی تیز ہونے لگی ہے - سورج غروب ہونے کے بعد ہی لطف آتا ہے - یوں بھی جہاں جا رہے ہیں ہم' وہاں سے واپسی رات سے پہلے نہیں ہوگی -''

''کہاں' کہاں جا رہے ہیں -'' وہ خاصی پریشان ہوئی -

''تربیلا ڈیم -'' کہہ کر ایمی بے اعتنائی سے مڑ کر چلی گئی - اسی وقت مامی نے بتایا کہ اس کے لیے فون آیا ہے - وہ ریسیور اٹھا کر ہیلو ہیلو کرنے لگی - مگر فون کرنے والی بوا تھیں - بہری بھٹ - وہ فون پر صرف دو جملے بول رہی تھیں - ریکارڈ کی طرح جیسے سوئی اٹک گئی ہو -

''فریال بی بی! جلدی گھر آ جاؤ - صاحب گھر آ گئے ہیں - وہ اپنی دوائیں تلاش کر رہے ہیں - تم نے کہاں رکھ دیں - ان کی طبیعت خراب ہے - فریال بی بی جلدی آ جاؤ - دوائیں دے دو صاحب

Pdf by Roadsign

کی۔"

وہ چیختی رہی "بوا بابا کو فون دو۔ میں انہیں بتادوں گی۔"

مگر بوا کب سنتی تھیں۔ فون بند کیے بغیر ہی وہ کہیں رفو چکر ہوگئیں۔

فریال برابر ڈائل گھماتی رہی۔ مسلسل انگیج کی ٹون ہو رہی تھی۔ اف اس نے بھی تو غلطی کی انتہا کر دی۔

کل جو دوائیں بابا نے خانساماں سے منگوائی تھیں وہ اس نے بابا کے کمرے میں میز پر رکھنے کے بجائے اپنے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں رکھ لیں کہ جب بابا مانگیں گے دے دوں گی۔ مگر اب آخر بابا خود فون کیوں نہیں کر لیتے۔ ان کی طبیعت کو ہوا کیا۔ صبح ٹھیک ٹھاک گئے تھے۔ گھر کیوں آ گئے۔ دوا تو وہ مارکیٹ سے اور بھی منگوا سکتے ہیں۔ یقیناً انہیں اس کی خودسری پسند نہیں آئی۔ وہ ان کی اجازت کے بغیر یہاں جو آ گئی۔

اس نے ایمی شیما کو مسئلہ بتا کر کہا۔

"بس ایک منٹ کے لیے مجھے گھر ضرور جانا ہے۔ دوائیں دے دوں اور طبیعت کا پوچھ لوں۔"

اس نے یہ نہیں کہا کہ بابا سے اجازت بھی لے لوں۔ ورنہ وہ خفا ہوتیں۔

"بس ایک منٹ کے لیے ایمی۔" وہ منت کر رہی تھی۔

"کیسی باتیں کرتی ہو فری! ایک منٹ کے لیے۔ تمہارے گھر کا پندرہ منٹ کا راستہ پھر واپس آنے کا بھی پندرہ بیس منٹ اور یہ لوگ جنہیں ہم نے فون کر کے بلایا ہے۔ سب جلوس لے کر جائیں کیا تمہارے ایک منٹ کے کام کی خاطر؟ چھوڑو وہ دوا کے بغیر مر نہیں جائیں گے۔" کس قدر بے رحم تھی ایمی۔

"دواؤں سے سارے شہر کے اسٹور بھرے ہیں۔ کیا انہیں آب حیات درکار ہے۔" شیما تمسخرانہ بولی۔

"ایک بات تو بتاؤ۔ یہ تمہارے بابا کو خاص ہماری تفریح سے ہی دشمنی ہے۔ جب پروگرام بنایا۔ انہوں نے روڑے اٹکائے۔" شہریار کا لہجہ خاصا تکلیف دہ تھا۔

فریال رونکھی ہو کر مامی کو دیکھنے لگی۔ انہیں اس پر شاید ترس آ گیا۔ کہنے لگیں۔

"چلو میں تمہیں اپنی گاڑی پر چھوڑ آتی ہوں۔"

"مامی! ان سے کہیے صرف ایک منٹ کے لیے رکوں گی میں۔"

اور جب وہ مامی کی کار میں بیٹھ رہی تھی۔ ایک کے بعد دوسری گاڑیاں گیٹ سے نکلتی چلی گئیں۔ کسی نے اس کا انتظار ضروری نہ سمجھا۔ جو پروگرام خاص اس کے لیے بنایا گیا تھا۔ کتنی چھوٹی بات پر برا مان گئے وہ۔ "بے مروت" اس کے اندر کوئی چلایا۔

Pdf by Roadsign

گھر پر ایک قیامت منتظر تھی- بابا کمرے میں بے ہوش پڑے تھے- بوا نہ جانے کیا کیا کر رہی تھیں- انہیں ہوش دلانے کے لیے- کبھی ادھر جاتیں کبھی ادھر' فریال کی چیخیں نکل گئیں- خانساماں حسب معمول غائب- مالی ندارد.... کوئی مرد نہ تھا گھر میں- بشیرن کو وہ ماموں کے گھر جاتے ہی بھیج چکی تھی- مگر وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھی- لاپروا- نمک حرام-

مامی پڑوس سے دو لڑکوں کو بلا لائیں- ان کی مدد سے بابا کو بمشکل گاڑی میں لٹا کر ہاسپٹل لائیں- ایمرجنسی میں فوراً آکسیجن لگا دی گئی- کئی ڈاکٹر جمع ہو گئے- ''ہاں.... نہیں' شاید' دعا کریں-'' ڈاکٹر مایوس تھے-

ہارٹ اٹیک جان لیوا.... شام کو ایمبولینس نے گھر پہنچا دیا- فریال پر سکتہ طاری تھا- ماموں شہر میں تھے نہیں- خالہ' خالو آ گئے تھے- خالو نے تدفین کا انتظام کروایا- بوا نے چیخ چیخ کر انہیں یاد دلایا- تو مامی نے پھپھو کو فون کیا- ثناء نے فون ریسیو کیا- ادھر بھی ایک ایسی خبر تیار تھی ثناء کے والد فوت ہو گئے تھے- ایک دن پہلے ہاسپٹل چیک اپ کے لیے گئے تھے وہیں روک لیا گیا اور دوپہر کو وہ بھی دنیا چھوڑ گئے-

ثناء رو رہی تھی' کیا کروں آنٹی- اماں کو کیسے سناؤں یہ خبر' میرا دل دماغ بیکار ہو گیا ہے- اماں کی حالت بھی اچھی نہیں ہے- سرفراز بھائی ابا کی ڈیڈ باڈی وصول کرنے گئے ہیں- وہ آئیں تو مشورہ کروں- آپ ہی بتایئے میں کیا کروں-'' وہ بے حد اپ سیٹ تھی-

''بی بی! اب صبر کے سوا اور کیا کر سکتی ہو- تم لوگ خود ہی صدمے سے گزر رہے ہو- اللہ تمہیں صبر دے- اپنی اماں کا خیال رکھو- دو دو صدمے- مگر بندہ کیا کر سکتا ہے؟''

''آنٹی! فریال-''

''بیٹا! وہ تو سکتے کی کیفیت میں ہے-''

''ہائے کیا کروں' میری ننھی منی بہن-''

ثناء بے چین ہو گئی- مامی نے اسے تسلی' دلاسا دے کر فون بند کر دیا- ماموں آ گئے اور فریال کے بابا کو آخری منزل پہنچانے کا انتظام مکمل ہو گیا- جب چار آدمیوں کے کندھے پر ان کا پلنگ اٹھایا گیا تو فریال کا سکتہ ٹوٹ گیا اور آخری وقت اس نے بڑے درد و کرب سے پکارا-

''بابا! مجھے بھی لے چلیں! بابا آپ نے مجھ سے بات بھی نہیں کی- کہاں لے جا رہے ہو میرے بابا کو تم لوگ-''

وہ اتنے زور سے چیخی کہ گلے میں خراش ہو گئی- پلنگ کو اٹھانے والے بابا کے آفس کے لوگ تھے- نہ جانے کیسے سب کو خبر ہو گئی تھی اور سارے آفس والے- جان پہچان والے- بابا کے احباب- پڑوسی سب ہی جمع تھے- پورا گھر لوگوں سے بھرا تھا اور نہیں تھا تو شہریار- وہ ننگے پیر گیٹ

Pdf by Roadsign

تک دوڑتی چلی گئی۔

''روکو، روک لو بابا کو۔''

مگر جانے والا مسافر جا چکا تھا۔ وہ مامی کی گود میں بے ہوش ہو چکی تھی۔ رات بارہ بجے شہریار، ایمی اور شیما آئے۔ وہ لوگ بہت تھکے ہوئے تھے۔ اس لیے جلدی چلے گئے۔ صبح آنے کا وعدہ کر کے۔ شہریار نے اس کا بازو تھپکا۔ ایمی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آنسو جمع کیے۔ شیما یہ بھی نہ کر سکی۔ تھکی ہوئی تھی۔

ماموں، خالہ فریال کو لپٹا رہے تھے۔ تسلی دے رہے تھے۔ مامی کھانا ہاتھ میں لیے منت کر رہی تھیں کہ وہ دو لقمے تو کھا لے۔ صبح سے ابھی تک قطرہ پانی تک حلق سے نہیں اترا تھا۔ مگر اس کی تو کیفیت ہی عجیب تھی۔ جیسے کوئی دل چیرے ڈال رہا تھا اور وہ خون کے دریا میں ڈوب رہی تھی۔ لہولہان وجود۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہ خود کو ماموں خالہ کے ہاتھوں سے آزاد کر کے پھیپھڑوں کا زور لگا کر ایک آواز لگاتی۔

''بابا!'' اس قدر درد بھری فریاد۔ روح فرسا پکار پھر وہ تڑپنے لگتی۔ کسی کے قابو میں نہ آتی۔ اسے ہوش نہ تھا۔ پھر اسے نیند کا انجکشن دینا پڑا۔

صبح کیسی کرب ناک تھی۔ اتنے بہت سے لوگوں میں فریال کو اپنا وجود بالکل تنہا لگ رہا تھا۔ کوئی تو ہو۔ کوئی اپنا۔ کوئی بہت ہی اپنا ہر طرف قدموں کی آوازیں تھیں۔ مگر وہ خاص چاپ کہاں جا چھپی جس کی ہلکی سی تھرتھراہٹ حفاظت کا پیام دیتی تھی۔ میرے بابا کے قدموں کی آہٹیں۔ اب سنائی نہیں دیتیں۔ ''بابا'' وہ چیختی ''میں کہاں جاؤں؟'' پھر ماموں مامی اسے سنبھالتے۔

تیسرے دن ثناء اپنے شوہر کے ہمراہ آئی۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے میں مدغم ہو گئیں۔ دونوں کا دکھ مشترک تھا۔ دونوں کا صدمہ ایک، رو رو کر ایک دوسرے کو تسلی دیتی رہیں۔ ثناء بچے کو چھوڑ کر آئی تھی۔ رک نہیں سکتی تھی۔ دوسرے دن چلی گئی۔

گیارہ دن بعد پھپھو سرفراز کے ساتھ آئیں۔ پھپھو غم سے نڈھال صبر کی زندہ تصویر۔ گھر کے چپے چپے میں بھائی کا عکس دیکھ رہی تھیں۔ صدمے نے قوت گویائی ہی چھین لی تھی۔ فریال کو گود میں لے کر بیٹھیں تو دل کو قرار آیا۔ خالہ مامی ان کے بچے سب موجود تھے۔ ماموں نے بھی پاس بیٹھ کر پھپھو سے تعزیت کی پھپھو نے منہ سر ڈھانپا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ عدت میں تھیں۔ فریال کی دل دہی کے لیے گھر سے نکلی تھیں۔ چار پانچ دن ہوا کی طرح گزر گئے۔ پھپھو کو واپس جانا تھا کیونکہ وہاں بھی لوگ تعزیت کے لیے آ رہے تھے۔ پھپھو نے مامی سے کہا۔

''فریال کو تو میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ میرا دل بھی اس کی وجہ سے سکون پائے گا۔ چین ملے گا۔''

Pdf by Roadsign

''آپ کی خواہش سر آنکھوں پر۔'' مامی نے نرمی سے کہا۔ ''لیکن ابھی تو شاید ایسا نہ ہو سکے۔ گھر کرائے کا ہے۔ اسے خالی کرنا ہوگا۔ سامان وغیرہ سمیٹنا۔ کہیں رکھوانا۔ آپ فریال سے تو پوچھ لیں۔''

پھپھو نے فریال کو دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ سوچنے لگی۔ ''مامی اس سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ ان دنوں جیسا وہ اس کا خیال کر رہی تھیں پھر خالہ بھی تھیں۔ ماموں ہر وقت شفقت کا اظہار کرتے رہتے۔ وہ ان لوگوں کی محبت سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ نہ ہی پھپھو کے ساتھ جانے کی مرضی ظاہر کر سکتی تھی۔ وہاں صرف پھپھو تھیں۔ یہاں سب تھے اور ممکن ہے ساتھ رہنے سے وہ شہریار کو اپنی خوشی کے مطابق ڈھال لے۔

''میں ماموں کے پاس رہوں گی پھپھو۔'' اس نے آہستہ سے کہہ دیا۔ ''آپ سے ملنے آیا کروں گی۔''

پھپھو کچھ افسردہ ہو گئیں۔ جاتے وقت پھر اسے سمجھایا۔

''جب جی چاہے میرے پاس آ جانا' فون کر دینا۔ میں سرفراز کو بھیج دوں گی لینے۔ ابھی تو خیر تمہارا یہاں رہنا ہی مناسب ہے۔ لوگ بھی آ رہے ہیں اور گھر کا بھی انتظام کرنا ہے۔ میں بھی مجبور ہوں۔ آؤں گی تم سے ملنے۔ ساتھ لے جاؤں گی۔''

پھپھو کے جانے سے کس قدر تنہائی ہو گئی تھی اسے۔ مامی خالہ اپنے گھر بھی جایا کرتی تھیں۔ کبھی دونوں ساتھ چلی جاتیں تو گھر بھائیں بھائیں کرتا۔ بہری بوا مسلسل بولتی رہتیں۔ وہ نہ ہوتیں تو وہ پاگل ہو جاتی۔

بوا کی بیٹی بھی بابا کا سن کر آئی تھی۔ فریال نے مامی کے مشورے پر اسے اپنے بہت سے کپڑے' جوتے' چپل دے دیے۔ کچن سے پرانے برتن اور کچھ اور چیزیں اس کے حوالے کر دیں اور بھی بہت سی چیزیں۔ بوا برسوں سے ان کے گھر میں تھیں۔ ان کی بیٹی وقتاً فوقتاً آ جاتی تو بہت سا کام کر جاتی۔ کبھی اسٹور کی درستی' الماریوں کی صفائی اور ترتیب' کچن' برآمدہ دھوڈالتی۔ بہت تیز دست تھی وہ۔

اب گھر خالی کرنا تھا۔ کافی فاضل سامان اور فرنیچر تھا۔ کچھ چیزیں اس نے اپنی مرضی سے بوا کی بیٹی کو دے دیں۔ کچھ ملازمہ زرینہ کو' بشیرن کو پھر گھر خالی کرنے کے لیے پیکنگ شروع ہوئی جو مامی خالہ نے کی۔ بوا نے اسے تاکید کی۔

''اپنے قیمتی سامان' زیورات اور دیگر چیزوں کی خود حفاظت اور دیکھ بھال کرو۔ چیزیں تمہاری ہیں۔ دوسروں کو کیا قدر ہوگی۔''

گھر چھوڑ کر جانے کا اسے ایسا دکھ ہوا جیسے بابا کی ابھی ابھی جدائی ہوئی ہو۔ برسوں سے وہ یہاں

Pdf by Roadsign

رہ رہی تھی۔ کرائے کا سہی مگر بابا کی وجہ سے گھر سے بھی اتنی ہی وابستگی تھی۔

ماموں کے ہاں جاتے ہوئے دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اکیلے پن کا خوف بڑھ گیا تھا۔

اس نے پھپھو کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا تھا۔ ''نہ وہ ماموں کے گھر جاتی۔ وقت پر بابا کو دوا مل جاتی تو وہ اس دورے کو سہہ جاتے۔'' پھپھو نے اسے پیار سے سمجھایا۔

''بیٹا! یوں نہ سوچو۔ انسان کی موت اسی وقت ہوتی ہے جو اللہ نے پہلے سے مقرر کیا ہوتا ہے۔ ہر ذی روح خواہ وہ کتنا صحت مند ہے۔ اللہ کے مقرر کردہ وقت پر کسی بہانے دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور بیٹا! دوائیں زندگی کی ضامن نہیں ہوتیں۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو لوگ مرتے ہی کیوں۔ دواؤں سے زندہ رہتے۔ آب حیات کہیں بھی موجود نہیں۔''

فریال کو یاد آیا۔ شیما نے کہا تھا انہیں آب حیات درکار ہے اور بابا کے منع کرنے کے باوجود وہ ماموں کے گھر چلی گئی۔ بابا کے اعتماد کا شیشہ ٹوٹ گیا ہوگا' شاید وہ اسی لیے۔ وہ سمجھے ہوں گے فریال روز ہی چلی جاتی ہوگی۔ آہ' کیسے بابا کو بتاؤں۔ وہ پہلی غلطی تھی۔

پچھتاوے نے اسے نیم جان کردیا۔ کیا بابا کو اس کا یہ اقدام اتنا دکھ دے سکتا ہے کہ جاں سے گزر گئے مگر نہیں۔ ان کا بے وقت گھر آنا' طبیعت کی خرابی کے باعث تھا۔ ان کے آفس کے لوگوں نے بتایا تھا۔ وہ گھر آرام کے لیے گئے تھے۔

☆☆

ماموں کے ہاں سب اس کا خیال رکھتے تھے۔ مامی ہر جگہ ساتھ لے جاتیں۔ ایمی' شیما اسے اپنے پروگراموں میں شریک رکھتیں مگر اسے اب کچھ اچھا نہ لگتا۔ وہ سیر و تفریح کی کتنی شائق تھی۔ اب اسے لگتا وہ کسی جرم کا ارتکاب کررہی ہے۔ بابا کو یہ ڈانس پارٹیاں' گانے بجانے پسند نہ تھے۔ یہ ہلا گلا' دعوتیں' وہ کتنے شوق سے شریک ہوتی تھی۔ روز وی سی آر پر فلم دیکھنا' دوستوں کو فون کرنا' اب کسی چیز میں دل نہ لگتا۔ ایمی' شیما' شہریار بھی اسے بہلاتے۔ ان لوگوں کی تو زندگی کا مقصد ہی یہ تھا۔

خالہ کے ہاں روزی' پنکی بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں اور ان تفریحات سے اسے چڑ ہونے لگی پھر ماموں کی دونوں بڑی بیٹیاں سسرال سے میکے آگئیں۔ کچھ دن ان کے مسئلے مسائل میں گزرے اور پھر ماموں کے مفاہمت کی تجویزوں کے باوجود ان کو یکے بعد دیگرے طلاق ہوگئی۔ لو میرج اختتام کو پہنچی۔

اب بے چاری عطورہ گئی' جو سسرال والوں کے نرغے میں تھی۔ بہنوں کا انجام دیکھ کر اس کا سر جھک گیا۔ سسرال میں طعنے بھی ملے لیکن اس کا شوہر اس سے محبت کرتا تھا۔ ہر طرح خیال رکھتا تھا۔ اس نے منع کردیا تھا کہ عطو اپنی ضرورت کی چیزوں کے لیے ماں باپ کو زیر بار نہ کرے۔ وہ

Pdf by Roadsign

جس طرح بھی ہو اس کے شوق پورے کرے گا۔
اس دن سے عطو کو بھی شوہر کی قدر ہوگئی اور اس نے شوق پر کنٹرول کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ضروریات محدود کرلیں' البتہ ساس کے ساتھ تعلقات ''مجروح'' ہی تھے۔
مامی نے فریال کا دل بہلانے کی خاطر اس سے کہہ دیا تھا کہ جب چاہے خالہ کے ہاں ہو آئے۔ خالہ کے گھر بھی خوشی یا دل بہلنے کے سامان نہ تھے۔ خالہ کی شادی شدہ دونوں بیٹیوں کے ساتھ بھی ابھی تک وہی مسائل تھے۔ جب نہ تب دونوں شکایتوں کے انبار لیے میکے آدھمکتیں پھر خالہ خالو انہیں اپنے ساتھ لے جا کر دامادوں کو بھی مفاہمت' مل جل کر' محبت سے رہنے کے لیکچر دے کر اور فوائد گنوا کر۔ بیٹیوں کو ان کے سسرال چھوڑ آتے۔ داماد بھی سسر کا لحاظ کرلیتے تھے۔ ساس سے انہیں بھی شکوے تھے کہ وہ ہمیشہ بیٹیوں کی سائیڈ لیتی تھیں۔ دامادوں کی غلطیاں نظر آتی تھیں' بیٹیوں کی نہیں۔ جیسے وہ تو فرشتہ ہیں۔
چھوٹی دونوں روزی اور پنکی ایبر ہوسٹس تھیں۔ ان کی زندگی سب سے زیادہ آزاد' بے پروا اور بلند تھی۔ آنے کا وقت' نہ جانے کا ٹائم۔ ڈیوٹی کے علاوہ بھی جب جہاں چاہتیں چل پڑتیں۔ اپنی آزادی کا بھرپور فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ جتنا کماتیں' خود پر ہی خرچ کرتیں۔ دعوتیں' پارٹیاں' لباس' جیولری' میک اپ کا سامان' سب اپنی کمائی سے کرتیں۔ ان کے پاس ہر چیز امپورٹڈ تھی۔ خالہ ان کے غصے سے ڈرتی تھیں۔ ان کے بیٹے بھی عجیب مزاج کے تھے۔ انیکسی میں رہتے تھے۔ کسی سے تعلق نہ تھا۔ کبھی کبھار خالہ کے پاس آجاتے ورنہ لان میں ٹہلا کرتے۔ ملکہ آپا' ذکیہ آپا جب بھی آتیں اور اکثر آتی ہی رہتی تھیں' انہیں مشورہ دیتیں۔ گھر بسالو۔ جواب بھی ہر بار ایک ہی ہوتا۔ ''تم نے بسالیا؟'' وہ جز بز ہو کر رہ جاتیں۔
''بھئی ہماری تو سسرال ہی نکمی ہے۔ میاں بدتہذیب' ضروری نہیں کہ تمہاری بھی ایسی ہو۔''
''اور اگر ہوئی؟''
اس دن فریال خالہ کے گھر کافی دن بعد آئی۔ اتفاق سے پنکی بھی گھر پر تھی۔ اس لیے کچھ دیر بیٹھنے کو دل بھی چاہا۔ فریال ٹہلتی ہوئی باہر آئی' برآمدے سے اس نے دیکھا۔ ذکیہ آپا' سجاد بھائی سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ رک گئی۔ دونوں کی پشت تھی برآمدے کی طرف اس لیے وہ فریال کو نہیں دیکھ سکے۔ سجاد بھائی ذکیہ آپا کی بات پر کہہ رہے تھے۔
''آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے لڑکی سامنے ہو۔''
''ہے تو سامنے۔ تم آنکھیں کھولو گے تو نظر آئے گی۔''
''آنکھیں کھولنے سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔ والدہ کے خیالات معلوم کریں۔ جس لڑکی کو منتخب کرتا ہوں' سو عیب نکال کر ریجیکٹ کردیتی ہیں اور زمانہ خواہ کتنا ایڈوانس ہو جائے' لڑکی کے

Pdf by Roadsign

والدین کا ایک ہی مطالبہ ہوگا۔ لڑکے کے ماں باپ خود رشتہ لے کر حاضر ہوں ورنہ میں اب تک چار شادیاں کر چکا ہوتا اور اپنے ماں باپ کو راضی کرنا میرے اختیار میں نہیں۔"

"جہاں میں کہہ رہی ہوں، وہاں راضی ہو جائیں گے۔"

"اوہ! کون ہے وہ؟ معلوم ہے۔ ہماری والدہ کو لڑکی میں حسن، اس کے باپ کے پاس دولت کی تمنا ہے۔ ان کے خیال میں تو ایک بہو آنی ہے۔ اس میں متعدد خوبیاں ہونی چاہئیں۔"

"ایسا ہی ہے۔ حسن، پیسہ، تعلیم خاندان۔"

"ارے، وہ کہاں ہے جو ابھی تک مجھے نظر نہیں آئی۔"

"سامنے۔ آسمان کو تکنا چھوڑو، زمین پر دیکھو۔ اپنی فریال میں ہر خوبی ہے۔ حسن، تعلیم، خاندان، خالو کی دولت، خالہ کا سارا بیش قیمت زیور اور ساز و سامان پھر یہ کہ خاموش سی معصوم بے ضرر لڑکی، یتیم لاوارث۔ چاہو تو گلا دبا دو آہ تک نہ کرے۔"

"فر... فریال؟" سجاد بھائی حیرت کی زیادتی سے اٹھ کھڑے ہوئے پھر دھم سے کرسی پر بیٹھے۔

"کیا کہہ رہی ہو آپا۔ وہ تو ماموں نے کب سے شہریار کے لیے...."

"پرانی بات ہے۔ نئی بات یہ ہے کہ شہریار آج کل زارا کے پیروں کی دھول بنا ہوا ہے۔ کروڑ پتی باپ کی بیٹی ہے۔ خود بھی کروڑ پتی ہے۔ ارے وہی ماڈل گرل زارا۔ ماڈلنگ وہ پیرس اور سوئٹزرلینڈ کی کمپنیوں کے لیے کرتی ہے۔ بہت ہی تیز چیز ہے۔ شہریار کو اپنی شہرت اور دولت کو سہارا دینے کے لیے ایسی ہی کروڑ پتی بیوی کی تلاش تھی۔ وہ اسے مل گئی سمجھے تم۔ فریال کی تو سمجھو چھٹی۔ مامی بھی زارا پر عاشق ہو چکی ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے مامی کے لبوں سے پھول جھڑتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ اس سونے کی چڑیا کو کوئی اور لے اڑے، سنجیدہ ہو جاؤ فریال کے لیے۔"

"ہوں! اب تو ہونا پڑے گا۔" سجاد بھائی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلنے لگے۔

اور فریال اپنی جگہ جم کر رہ گئی پھر پیر گھسیٹتی ہوئی پنکی کے کمرے میں آئی اور صوفے پر گر گئی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیسی باتیں ہیں یہ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ سر چکرانے لگا۔ پنکی باتھ روم سے باہر نکلی۔ اپنی دھن میں آئینے کے سامنے بال بناتے ہوئے کہنے لگی۔

"فریال! میں تمہیں رازدار بنانا چاہتی ہوں۔ تم پر بھروسا کر سکتی ہوں؟"

فریال کی آنکھوں میں ستارے ناچ رہے تھے کالے پیلے۔ سر میں دھمک ہو رہی تھی۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ پنکی سے اشارے سے پانی مانگا۔ پانی کا گلاس لا کر فریال کو دیتے ہوئے وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے، طبیعت ٹھیک ہے؟ تم نے زیادہ ٹینشن لے لی ہے، فری، خود کو سنبھالو۔ بہت کمزور ہو گئی ہو۔" پھر اس نے اپنے پرس سے ایک تصویر نکال کر فریال کے آگے بڑھائی۔ "کیسا ہے؟"

Pdf by Roadsign

''اچھا ہے' کون ہے؟'' فریال خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ تصویر ایک خوبصورت نوجوان کی تھی۔

''پائلٹ آفیسر۔ میں اس سے شادی کی کوشش کر رہی ہوں۔ بس ایک گڑبڑ ہے۔ پہلے سے شادی شدہ ہے۔''

''تم کوشش کر رہی ہو؟ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔ پنکی! تم اپنے لیے خطرہ مول لے رہی ہو۔''

''ہاں' خطرہ ہے۔'' پنکی لمبا سانس لے کر کھڑی ہوگئی۔ ''اور اگر فوراً شادی نہ ہوئی تو خطرناک نتائج کا سامنا کرنا میرے لیے مصیبتوں کا پہاڑ کھڑا کر سکتا ہے۔'' پنکی کا لہجہ' آواز' جملہ فریال کو سب کچھ عجیب اور پراسرار لگا۔

''تو پھر اب کیا کرنا ہے؟'' فریال کی سمجھ میں نہیں آیا' کیا کہے۔

''کرنا کیا ہے؟ وہ شام کو یہاں آئے گا' ممی پاپا سے بات کرے گا۔ کل پرسوں تک ہم ایک....''

''اور رخصت کرا کے کہاں لے جائے گا؟''

''کہیں نہیں۔ میں کہیں بھی نہیں جاؤں گی اور میں گھر پر رہتی ہی کب ہوں۔ زیادہ تر تو ہم بیرون ملک ہی رہتے ہیں۔ رخصتی کی خاص ضرورت بھی نہیں۔ دنیا دکھاوے کو ہم ہوٹل میں وقت گزار لیں گے۔ دراصل مجھے تو بس نکاح کرنا ہے۔ بعد میں وہ چاہے تو طلاق دے سکتا ہے۔ مگر ابھی کسی طرح نکاح۔''

''ہیں؟ ارے طلاق کیوں؟'' فریال اچھل پڑی۔

''بھئی اس کی سسرال بڑی بارسوخ ہے۔ وہ بھلا برداشت کریں گے ایئر ہوسٹس کو۔'' فریال پنکی کو دیکھنے لگی۔ جس کے چہرے پر فکر آمیز اداسی تھی۔

''تو تمہیں تو شادی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

''ہوگا میری جان فائدہ کے لیے ہی تو پاپڑ بیل رہی ہوں۔'' پنکی نے پھر لمبا سانس بھرا۔ ''مالی فائدہ تو نہیں لیکن ایک نام' ایک مضبوطی' مجھے ضرور چاہیے۔'' پنکی پھر باتھ روم میں گھس گئی۔

فریال کو ذکیہ آپا کی آواز اور پنکی کا مسئلہ فکرمند کر رہا تھا۔ پنکی خوب تیار ہو کر نکلی۔ خوب چمک رہی تھی۔ زبردست میک اپ اور تیز رنگ کا لباس اس پر جچ رہا تھا۔ یوں جیسے آج ہی تقریب نکاح ہو۔

فریال آنکھیں بند کیے لیٹی رہی۔ شام ہوگئی' مغرب کا وقت گزر رہا تھا فریال کو اچانک خیال آیا۔ پھپھو کے گھر میں مغرب کی نماز کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا۔ وجہ یہ کہ شام کے وقت پھوپھا جان اور سرفراز گھر پر ہوتے تھے۔ پھوپھا جان مسجد چلے جاتے' پھپھو سرفراز کو یاد دلاتیں۔

''سرفراز بیٹا! نماز کی تیاری کرلو' اذان کا وقت ہے۔ وضو کرلو۔ مسجد نہ سہی' گھر میں سہی۔''

Pdf by Roadsign

''اماں! اذان ہونے دیں' جلدی کیا ہے- کرلوں گا وضو-'' سرفراز اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے جواب دیتا-

پھپھو ثناء کو یاددہانی کراتیں- کوئی حدیث سناتیں- جس میں نماز وقت پر ادا کرنے اور وضو کی تعریف ہوتی پھر اذان کے ساتھ ہی گھر میں سناٹا چھا جاتا- سب نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے- خود فریال نے شرما حضوری ثناء کے ساتھ کئی بار نماز پڑھی اور یہاں ٹی وی پر کوئی پروگرام چل رہا تھا- ذکیہ آپا بلند آواز میں سسرال والوں کی برائیاں گنوا رہی تھیں- ارے خالہ تک نماز کی عادی نہیں تھیں- وہ بھی ذکیہ آپا کے ساتھ اس غیبت میں شریک تھیں جس کی سختی سے شریعت میں ممانعت ہے-

فریال پنکی کے باتھ روم میں وضو کے لیے گئی تو پنکی بے قراری سے فون ڈائل کر رہی تھی- وضو کر آئی- تب بھی پنکی کو فون سے الجھا پایا- جاء نماز کے لیے پنکی کو شرمسار کرنے کے بجائے اس نے ایک چادر الماری سے نکال لی اور نیت باندھنے سے پہلے' سامنے لگی تصویریں الٹ کر رکھ دیں- آج کس قدر خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہی تھی وہ دل لگا کر- شکر ہے کہ اسے نماز یاد رہی- دعا مانگ کر اٹھی تو پنکی نے تعجب سے کہا-

''ارے تم نماز پڑھتی ہو؟ پہلے کبھی دیکھا نہیں-''

''ہاں' اب پڑھنے لگی ہوں بابا کے بعد- پھپھو بہت تاکید کر گئی تھیں-'' دل بھر آیا-

''تم نے دعا کون سی مانگی-''

''بابا کی بخشش کی اور اپنے لیے سکون کی- پھپھو کہتی ہیں' نماز کے بعد کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے-''

''ہیں مگر نماز مجھے نہیں آتی- کیا نماز کے وقت دعا مانگنے سے.... قبول ہوگی-''

پنکی کو نماز نہیں آتی' کیوں؟ اور سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں- خود فریال کو بابا نے قاری صاحب کو پابند کیا تھا نماز اور کلمے یاد کرانے کے لیے- امی تو منع کرتی تھیں کہ جب بچی کے کھیل کا ٹائم ہوتا ہے' تب ہی قاری آتے ہیں مگر بابا اس معاملے میں امی کی بات نہ مانے- قاری صاحب آتے رہے' نماز یاد کراتے رہے' قرآن پاک پڑھاتے رہے- گو کہ خود اس نے نماز کبھی نہیں پڑھی' پھپھو کے گھر کے سوا مگر اسے آتی تو تھی-

''پلیز فری! تم میرے لیے دعا کرو-'' پنکی کی آواز میں دکھ تھا یا پچھتاوا-

پائلٹ وعدہ کر کے خدا جانے کہاں گم ہو گیا- پنکی فون پر فون گھما رہی تھی- وہ کہیں نہ تھا- ممکن ہے اس کے دل میں چور ہو-

فریال پنکی کو فون پر مصروف چھوڑ کر ماموں کے گھر آ گئی-

Pdf by Roadsign

مامی اور شہریار کہیں گئے ہوئے تھے۔ فریال کے ذہن میں ذکیہ آپا کی آواز گونج رہی تھی مگر وہ کسی سے کیسے پوچھے۔ مامی اور شہریار دو میرے رات میں آئے۔ ایمی، شیما بھی کہیں مدعو تھیں۔ البتہ بڑی بہنیں (مطلقہ خواتین) ٹی وی پروی سی آر سے لطف لے رہی تھیں۔

فریال نے نماز پڑھ کر پنکی کے لیے دعا کی اور اس کی فکر میں مبتلا ہوگئی۔ رات نیند بھی صحیح نہیں آئی۔ کہیں پائلٹ نے پنکی کو دھوکا نہ دیا ہو اور وہ جذباتی لڑکی مایوسی میں غلط قدم نہ اٹھالے۔ صبح ہوئی مگر ماموں کے گھر میں صبح گیارہ بجے کے بعد ہوتی تھی بلکہ بارہ بجے۔ رات دیر تک جاگنے والے صبح دیر تک سوتے بھی تھے۔ کوئی کام بھی نہیں تھا، جاگ کر کرتے کیا۔

فریال پریشانی میں ادھر ادھر پھرتی رہی۔ خالہ کے گھر فون کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ مجھے پنکی کو سمجھانا چاہیے تھا مگر دیر ہو چکی۔ وہ خود کو سرزنش کرنے لگی۔ شام کو فون کی بیل ہوئی۔ آس پاس کوئی نہ تھا۔ ڈرتے ڈرتے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ''اوہ'' اطمینان کا سانس لیا۔

''پنکی! میں تو ڈر رہی تھی کہ کہیں تم کوئی حرکت نہ کر گزرو۔ سچ میں نے تمہارے لیے دعا کی تھی عشاء کی نماز کے بعد۔ مجھے نیند بھی نہیں آئی۔ سوچتی رہی کہ تم....''

''ارے فری! میں خودکشی کرنے والی ہستی نہیں ہوں۔ ویسے سچی بات ہے۔ رات ایک بار جی میں آیا کہ روڈ پر جا کر کھڑی ہو جاؤں۔ کسی ٹرک کے نیچے آ کر جان دے دوں۔ شاید یہ وہی وقت تھا جب تم نماز کے بعد دعا کر رہی تھیں پھر میں نے سوچا میں اکیلی کیوں مروں، جس نے مجھے اس راستے پر لا کھڑا کیا ہے اسے ساتھ لے کر مروں گی۔ بس یہ سوچتے ہی آرام سے سو گئی۔ صبح اٹھ کر اس کے گھر پہنچی۔ اکیلا تھا۔ معذرت کرنے لگا۔ دراصل رات اس کی ساس کا انتقال ہو گیا۔ شام سے ہاسپٹل میں ڈیوٹی دے رہا تھا بیوی کے ساتھ۔ کیسے آتا۔ بہرحال آج پاپا ممی سے ملنے آئے گا اور کل نکاح ہے۔ میں نے اپنے سامنے پاپا سے اس کی بات کروائی اور تاریخ بھی اسی وقت طے کر لی۔ تم آؤ گی۔''

''میں.... میں....''

''اچھا خیر، ماموں، مامی آئیں گے۔ ممی نے انہیں بلایا ہے۔ رشتے داروں میں صرف بزرگوں کو بلایا ہے۔ اتنے کم وقت میں بڑی تقریب تو ہو نہیں سکتی۔''

مامی نکاح میں نہیں گئیں، ماموں چلے گئے۔ وہ ماموں تھے انہیں تو جانا ہی تھا۔ مامی نے اسے انا کا مسئلہ بنا لیا۔ ایک تو اچانک خبر سنا کر دھماکا کر دیا پھر ان کی اولاد کو نہیں بلایا۔ رات کو ماموں آئے تو بہت خوش تھے۔ دولہا کے حسن جہاں زیب، اس کی معقولیت، شائستگی اور قابلیت کے قصیدے زبان پر تھے۔ (انہیں علم نہ تھا کہ وہ شادی شدہ بھی ہے)

مامی پوچھتی رہیں۔ ''اس قدر ایمرجنسی میں نکاح کی کوئی وجہ تو ہوگی۔'' ماموں ٹال گئے۔

Pdf by Roadsign

دراصل وہ بال کی کھال نکالنے کے قائل نہ تھے- انہوں نے پوچھا ہی نہیں تو کیا بتاتے- مامی کا غصہ دم بدم بڑھ رہا تھا-

''ارے بھئی' ان کی لڑکیوں کی قسمت تو عرش معلیٰ پر لکھی گئی تھی- دیکھ لو' ہر داماد ایک سے بڑھ کر ایک ہے- اعلیٰ کوالٹی ہے- ایک ہم ہیں' لاکھوں خرچہ کررہے ہیں بیٹیوں پر مگر ان میں اتنے گٹس نہیں کہ کسی کو پھنسا سکیں- بدھو' احمق لڑکیاں- ہابا ہو کروالو اور ان کے جو در جن بھر دوست آتے ہیں' وہ بھی بس کھانے پینے' آنکھیں سینکنے- ذلیل' مجال ہے کوئی شادی کے لیے آگے بڑھے-''

پنکی تو چند دن بعد ہی اپنے پائلٹ آفیسر دولہا کے ساتھ کینیڈا اڑ گئی- مامی کو ٹینشن کی مریض بنا گئی- غصہ انہیں میاں پر بھی تھا- ایک ذرا سی زبان ہلا کر بہن سے پوچھ نہ سکے کہ اچانک یہ رشتہ کہاں سے ٹپک پڑا- حالانکہ باقی سب سمجھ چکے تھے' رشتہ جہاز میں استوار ہوا-

☆☆

نہ جانے شہریار کہاں مصروف تھے کہ چاہنے کے باوجود فریال ان سے بات کرنے کو ترستی- کبھی سامنا ہوا بھی تو فریال کی بات قطع کر کے-

''بہت بزی ہوں' بہت بزی ہوں- سر کھجانے کا ٹائم نہیں-'' کہہ کر ہوا کے جھونکے کی طرح گزر جاتے-

ادھر ماموں مامی سے الجھتے- کبھی شہریار پر برستے- ''وہ آفس میں ٹائم نہیں دیتا- وہ ہزاروں لاکھوں کہاں اڑا رہا ہے- کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہے' اس کی وجہ شہریار کی بے نیازی اور لاپروائی ہے- جو کام اسے کرنے کو دیا جاتا ہے' خراب ہو جاتا ہے- آخر یہ کر کیا رہا ہے-''

ماموں کے سوالوں کے جواب مامی کے پاس تھے مگر وہ خاموش رہ کر جنگ جیتنا جانتی تھیں- ماموں چڑ چڑے ہو گئے تھے- انہیں اب اپنی مطلقہ بیٹیاں بھی بھاری لگ رہی تھیں-

اس دن مامی فریال سے بہت پیار سے بولیں- (اور یہ لہجہ کافی دن بعد سنا تھا اس نے)

''فری بیٹا! تمہارا اکاؤنٹ کس بینک میں ہے- کچھ معلوم ہے تمہارا بینک بیلنس کتنا ہے؟''

''میرا اکاؤنٹ' نہیں تو- مامی میرا تو کسی بینک میں اکاؤنٹ نہیں ہے-'' وہ حیران ہو گئی تھی-

''اچھا؟'' مامی اور بھی حیران ہو گئیں- ''چلو خیر- تمہارے بابا کا اکاؤنٹ تو ہے نا؟ چیک بک نکالو-'' چیک بک نکالی' بینک میں پتا کیا- معلوم ہوا کہ چند ہزار روپے ہیں- مامی کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا-

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی دوسرے بینک میں ہوگا- تلاش کرو چیک بک-''

مگر کہیں کوئی چیک بک نہ تھی-

مامی تلملا رہی تھیں- ''ارے اتنی اعلیٰ جاب' اونچی پوزیشن' اتنے ٹھاٹھ باٹ- کیا سب دکھاوے کا

Pdf by Roadsign

تھا۔''

فریال نادم ہوگئی۔ اسے واقعی اندازہ نہ تھا کہ بابا اتنے فتو فقیر ہو سکتے ہیں۔ دراصل وہ درویش صفت انسان تھے۔ کبھی جمع کرنے کا سوچا ہی نہیں۔

امی نے خود ٹھاٹھ باٹ کی بنیاد رکھی تھی' میکے کے مقابلے کے لیے۔ بابا خرچ کم کرنے کا کہتے رہے مگر ہوا کچھ نہیں۔ یوں بھی وہ بے حد فراخ دل تھے۔ کتنوں کو قرض دیتے اور بھول جاتے۔ کئی طالب علموں کو باقاعدہ وظیفہ دے رہے تھے۔

''دراصل تمہارے ماموں کو نقصان ہو رہا ہے برابر۔ اچھا تمہارا لاکر تو ہے نا۔ اس میں جیولری تو ہے۔ چابی لاؤ' دیکھیں کیا کچھ ہے اس میں۔ اگر تو تمہارے ماموں کو ضرورت ہو تو.... رقم مل جاتی۔ لاکر میں تو ہوگی۔''

''رقم تو نہیں ہے مامی! بس امی کے زیورات ہیں۔'' وہ ہچکچا کر بولی۔

''زیورات بھی کافی زیادہ ہیں۔ رقم مل جائے گی فروخت کر کے۔ تم فکر نہ کرو۔ آخر اس گھر پر' کاروبار پر تمہارا بھی حق ہے۔ تم ہماری بہو ہوگی۔ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے۔''

مامی کے الفاظ سوکھے دھانوں پر پانی پڑا مگر امی کی بیش قیمت جیولری' قیمتی نگینے' اس کی ہچکچاہٹ دیکھ کر مامی کو تاؤ چڑھا۔

''کھا نہیں جائیں گے ہم' پائی پائی واپس کر دیں گے۔''

اس نے چپکے سے لاکر کی چابی دے دی۔ مامی اسی وقت اسے لے کر بینک گئیں۔ وہ ایک چھلّہ تک نہ چھپا سکی۔ ڈبہ مامی کے ہاتھ میں تھا اور چند دن بعد ہی اتفاق سے اس نے ماموں کی چیخ و پکار پر توجہ دی۔ وہ شہریار کو بری طرح ڈانٹ رہے تھے۔ شہری منمنا رہا تھا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔ دو قدم آگے بڑھ کر کان لگائے۔

''کیا کہا؟ سارا زیور بیچ ڈالا فریال کا؟ تمہیں کس نے یہ حق دیا تھا؟ بولو۔ میں کسی طرح۔ کہیں سے بھی انتظام کرتا' تم سے کس نے کہا تھا کہ فریال کا زیور لے کر نقصان پورا کرو۔ کیا تمہاری ماں کا' بہنوں کا سارا زیور اور روپیہ ختم ہو گیا تھا؟ مجھ سے پوچھے بغیر تم نے.... تم نے....''

ماموں وفورِ غضب میں زیادہ بول نہ سکے۔

پھر شہریار کی آواز آئی۔ ''آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے اس پر میرا کوئی حق نہ تھا۔ پاپا! وہ میری پھپھو کا تھا۔ میرے دادا کی کمائی سے بنا تھا اور آپ کو پتا ہے ماما کب اپنی چیز دیتی ہیں۔''

''او بے عقل انسان! سارا زیور صرف تمہارے دادا کی کمائی کا نہ تھا' بہت کم تھا بلکہ فریال کے باپ دادا کی کمائی کا تھا۔ ہمارا اس پر حق نہیں۔''

''کیوں حق نہیں۔'' شہریار اطمینان سے بولا۔ ''آپ کی تجویز کے مطابق آخر اس سارے زیور

Pdf by Roadsign

کو میرے قبضے میں آنا ہی تھا شادی کے بعد- میں نے شادی سے پہلے وصول کرلیا- ضرورت تھی پاپا' کیا ہوگیا-''

شام کو ماموں فریال کے پاس آئے- اس سے پوچھنے لگے بلکہ ڈانٹنے لگے کہ اس نے شہریار کو اپنے سارے زیور کیوں دے ڈالے- مجھ سے پوچھا تو ہوتا-

مامی سامنے بیٹھی تھیں- وہ سر جھکا کر بولی-

''ماموں! زیورات آپ کے کام آ گئے' اس سے بہتر ان کا کیا مصرف تھا- میں تو بہت کم پہنتی تھی-''

مامی کے چہرے پر سکون پھیل گیا-

ماموں مزید ناراض ہوئے- ''حماقت کی باتیں مت کرو' میں مرتو نہیں گیا تھا کہ اپنی ضرورت کے لیے تم سے لیتا- ارے تمہاری مامی کے پاس سیروں کے حساب سے سونا چاندی ہے' ہیرے جواہرات ہیں- مجھے ضرورت ہوتی تو وہ لیتا' جو میری اپنی کمائی کے تھے- میری بیٹیوں کے پاس بھی بے حساب زیورات ہیں- ارے اس احمق کو دینے سے پہلے مجھ سے پوچھا ہوتا- کیا کیا اس نے؟ اڑا دیا پیسہ اپنے فضول شوق میں- افوہ-'' وہ ہتھیلی پر مکا مارتے ہوئے چلے گئے- فریال کا دل بھر آیا- آنسو بہنے لگے- مامی نے اٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا-

''بہت زیادہ پریشان ہیں نا' اس لیے غصہ جلدی آنے لگا ہے- تم پریشان نہ ہو' تمہارے زیور کی رقم سے ٹیکس ادا کیا ہے شہریار نے- میرا زیور تو پہلے .... اچھا تم ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں- انہیں تسلی دے آؤں-''

اور وہ ماموں کے پیچھے جانے کے بجائے شہریار کے کمرے میں گھس گئیں- اس کے چند دن بعد مامی نے خبر دی- ''گھر کا سارا سامان ہم نے نیلام کرا دیا ہے تمہارا- ارے پرانا تھا- اچھے دام کون دیتا- اونے پونے بکا- فضول میں کمرے کا کرایہ جا رہا تھا ہر ماہ-''

اونے پونے بکا یا کسی قیمت پر- مامی نے اسے تو ایک پیسہ نہ دیا بلکہ فریال کو مزید دکھی کر دیا- اگر وہ فریال سے ذکر کر دیتیں تو وہ سامان سے اپنی پسند اور ضرورت کی چیزیں تو نکال لاتی- کم از کم بچپن کے کھلونے' گڑیا جن سے ابھی تک اس کا کمرہ سجا رہتا تھا-

خالہ نے سنا تو سر پیٹ لیا- اسے خوب ڈانٹا- زیورات' سامان سب گیا- وہ فون پر مامی سے لڑیں- دونوں نند بھاوج میں ٹھن گئی- فریال کو شاید اب بھی عقل نہ آتی لیکن اتفاق سے اس نے مامی اور شہریار کی باتیں سن لیں- شہری مامی سے رقم مانگ رہا تھا- وہ انکار کر رہی تھیں- دونوں بحث کر رہے تھے پھر مامی نے کہا-

''کہاں سے لاؤں میں' تم فریال سے کیوں نہیں مانگتے- چار ہزار تو دے سکتی ہے- کہیں نہ کہیں

Pdf by Roadsign

تو کچھ رقم اس کے پاس ہوگی۔ تمہیں بھی تو روزانہ ضرورت پڑ جاتی ہے۔ کہاں سے لاؤں اب کیا کرنا ہے آخر۔ کچھ کم میں کام چلالو۔"

"کمال کرتی ہیں ماما آپ۔" وہ بگڑا۔ "زارا کو کیا دو چار سو کا گفٹ دوں۔ چار ہزار کا واز پسند کیا ہے اس نے۔ خود پسند کر گئی اپنا گفٹ بتائیں۔"

"کیا بتاؤں' ہر روز گفٹ پسند کر کے لے لیتی ہے۔ یہ بتاؤ واپس بھی ہوگی رقم۔"

"ماما! کچھ کھو کر پایا جاتا ہے۔ صبر کریں' وصولی کے دن قریب ہیں۔ احمق نہیں ہوں میں۔"

"تو ٹھیک ہے مگر میرے پاس چار ہزار نہیں۔ تم فریال سے مانگو اگر پیسے نہیں ہوں گے تو جو انگوٹھی بالیاں اس نے پہنی ہوئی ہیں' وہ چار ہزار کی تو ہوں گی۔"

زارا' یہ نام اس نے ذکیہ آپا کے لبوں سے سنا تھا۔ تو اس کا وجود ہے' وہ گفٹ وصول کرتی ہے۔ شہریار اس سے ملتا ہے تو پھر میرا مستقبل کیا ہے؟

دل گھبرایا تو خالہ کے گھر چلی آئی۔ ابھی چھوٹے موٹے زیور جو اس کے تصرف میں تھے۔ جولاکر میں نہیں تھے' خالہ کو دے کر اس نے کہا۔

"مامی کے گھر روز کوئی نوکر آ جاتا ہے نیا۔ آپ اپنے پاس رکھ لیں' محفوظ تو ہوں گے۔"

ٹھیک ہے اگر کچھ رقم ہو تو وہ بھی میرے پاس رکھوا دو۔ سینہ ہو وہ بھی زیورات کی طرح گنوا دو۔"

"رقم' خالہ میرے پاس رقم کہاں۔" اس نے سرد آہ بھری۔ "ویسے انہیں ضرورت تو ہے۔"

"ضرورت کسے نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں بے بس سمجھ کر لوٹ لیا جائے۔" خالہ سخت خفا تھیں۔

رات وہ وہیں رہ گئی۔ ماموں' خالہ کے گھر نزدیک نزدیک تھے۔ وہ اکیلی بھی چلی جاتی۔ صبح وہ ماموں کے گھر آ رہی تھی تو ایک کار اس کے نزدیک آ کر رکی۔ وہ ڈر گئی لیکن کار میں کسی کے ہنسنے کی آواز آئی تو کچھ دل کو سکون ملا۔ کار انکل شہباز کی تھی۔ ان کی بیگم اور بیٹی تھیں۔

"کہاں جا رہی ہو۔ میں تمہیں ڈراپ کر دوں؟" آنٹی نے کہا۔

"شکریہ آنٹی! بس یہ سامنے ہی ماموں کے گھر کی گلی ہے۔ آپ کہاں جا رہی ہیں۔"

"نازی کو اس کی سہیلی کے پاس چھوڑنے جا رہی ہوں۔ ہاں یاد آیا' تمہاری ایک امانت ہے میرے پاس۔" وہ پرس ٹٹولتے ہوئے بولیں۔

"میری امانت؟ آپ کے پاس؟" وہ حیرت زدہ ہو گئی۔

"ہاں بھئی' عرصے سے میرے پاس ہے۔ میں تمہیں دینا بھول جاتی تھی اور تمہارے بابا نے منع بھی کیا تھا کہ ابھی تمہیں نہ دوں مگر میرا خیال ہے اب وہ وقت آ گیا ہے کہ.... لو یہ رہا۔"

وہ ایک چیک بک تھی۔ اس کے اور بابا کے جوائنٹ اکاؤنٹ کی اور یہ..... اب آنٹی شہباز دے

Pdf by Roadsign

رہی تھیں- اس چیک بک کے لحاظ سے اس میں قریب قریب ایک لاکھ روپیہ تھا- آنٹی اسے اسی وقت اپنے ساتھ بینک لے گئیں- وہاں اس نے دستخط کیے' نہ جانے کن کن کاغذوں پر- آنٹی جو کہتی گئیں' وہ کرتی گئی-

''آنٹی! میں کچھ رقم نکال سکتی ہوں؟ ابھی-''

''ہاں بھئی' چلو میں تمہیں چیک لکھنا سکھاتی ہوں-'' ہنستی ہوئی آنٹی کتنی اچھی لگ رہی تھیں- ویسے بھی وہ اسے بہت اچھی لگتی تھیں مگر اس وقت تو فرشتہ لگ رہی تھیں-

اس نے پانچ ہزار روپے نکالے اور چیک بک واپس انہیں دیتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے- آنٹی نے اسے غور سے دیکھا- کچھ سوچا پھر گردن ہلا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا-

''بیٹا! گھبراؤ نہیں- جب ضرورت ہو' مجھے کہیں سے بھی فون کر لینا مگر دیکھو' میں فضول خرچی کے خلاف ہوں- باقاعدہ جرح کروں گی-''

''میں بھی اسی لیے دے رہی ہوں آنٹی-'' اس نے زیر لب کہا- شکر ہے' بھرم رہ گیا-

گھر آ کر بار بار دل چاہا- وہ چار ہزار شہریار کو دے دے- اللہ کے کرم سے اس کو ایسا موقع مل گیا تھا' شہریار کو زیر بار احسان کرنے کا- شاید وہ دے ہی دیتی اگر وہ مل جاتا مگر مامی نے اس سے اس کے بالی' بندوں اور لاکٹ کے بارے میں پوچھا- اس نے کہا کہ خالہ کے ہاں رات کو رہی تھی' اتار کر تکیے کے نیچے رکھ دیے تھے- لانا بھول گئی- پرس بھی وہیں خالہ کے پاس رکھوایا تھا- اس میں بندے' لاکٹ تھے- مامی کے چہرے پر سرخی آ گئی' شاید غصہ مگر کہا تو یہ-

''چلو پھر گیا وہ سب بھی-'' وہ حیران ہو کر مامی کو دیکھنے لگی-

''ارے وہ اب دیں گی؟ میں نے جب سے تمہارا لا کر کھلوایا ہے' وہ تلملا رہی ہیں-''

مامی اچانک اس سے برگشتہ ہو گئیں- اب وہ اسے دیکھ کر مسکراتی نہیں تھیں- ان کے لبوں پر اس کا نام مٹھاس نہیں' تلخی کے ساتھ ادا ہوتا- ایسا کیا جرم کیا ہے میں نے- وہ سوچتی-

☆☆

اور آخر شہریار کو اس سے بات کرنے کی فرصت مل ہی گئی- وہ اسے قریب آتا دیکھ کر خوش ہو گئی- شہریار کے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا-

''فری! سوری میں بہت بزی رہا- تم سے تو بات کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی مگر میرا اس میں زیادہ قصور نہیں ہے- تم گھر پر ہوتی ہی نہیں ہو یا کم از کم میرے سامنے نہیں آتیں- اب میں تمہیں کہاں کہاں تلاش کرتا اس لیے یہ معمولی سا تحفہ تمہارے لیے ہے-''

''تحفہ.... وہ کس لیے؟'' گود میں لڈو پھوٹ رہے تھے مگر اوپر سے سختی طاری کر لی تھی-

''بھئی تحفہ دینے کے لیے کیا ضروری ہے کہ کیوں' کس لیے کا سوال کیا جائے-''

Pdf by Roadsign

''غیر ضروری بھی نہیں ہے- خیر فرمایئے کیسے زحمت کی آپ نے مجھ سے بات کرنے کے لیے-''

''طنز نہ کرو- پلیز فری! میں بہت پریشان ہوں تمہیں معلوم تو ہے پاپا کا....''

''معلوم ہے مگر میں کیا کر سکتی ہوں-''

''میں' پاپا سے نہیں لے سکتا' اس لیے تم سے تو میں اپنا دکھ سکھ شیئر کر سکتا ہوں نا فری-''

شہریار کا لہجہ شہد میں غرق ہو چکا تھا- ''تم تو میری ہر عادت سے واقف ہو- میں تم سے ہر بات کر سکتا ہوں-''

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی- شہریار نے نظر چرالی- آنکھیں الفاظ کا ساتھ نہ دیں تو بندے کا جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے-

''وہ بات یہ ہے- ایک دوست کی برتھ ڈے پر گفٹ دینا ہے- تمہیں تو پتا ہے میں معمولی چیز تو کسی کو نہیں دے سکتا اور میں بہت جلد واپس کر دوں گا- قرض دے دو- زیادہ بڑی رقم نہیں بس چار ہزار کا سوال ہے-''

'چار ہزار....'' وہ سن کر حیران ہوئی- ''میرے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے-''

''اوہ! تو کوئی جیولری چھوٹی موٹی- دیکھو نا' تم سے ہی لے سکتا ہوں-''

''جیولری دیں گے؟ کوئی لڑکی ہے؟''

''نہیں' جیولری کے بدلے کوئی گفٹ لے لوں گا- تمہارے پاس اتنا تو ہے-''

''میرے پاس جو کچھ تھا' وہ مامی لے چکی ہیں-'' اس نے سختی سے کہا-

''وہ کچھ چھوٹے چھوٹے بندے- آ.... آ کیا کہتے ہیں- شاید ڈائمنڈ کے تھے-''

''اوہ.... اس دن خالہ کے ہاں گئی تو وہیں اتار دیے- خالہ نے اٹھا کر رکھ لیے- اب اگر میں نے ان سے مانگے تو وہ....''

شہریار کے چہرے کی مایوسی دیکھی نہیں جا رہی تھی- ایک بار تو دل میں ہوک سی اٹھی- پانچ ہزار لاکر اس کے ہاتھ پر رکھنے کو بے چین ہو گئی- کبھی ایسا وقت بھی آئے گا جب شہریار اس سے بھیک مانگے گا' یہ تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی- یہ چھوٹی سی رقم' ہاں شہریار کے لیے تو یہ معمولی ہی تھی- جو دس دس ہزار دوستوں کے ساتھ ہوٹلنگ میں اڑا دیتا تھا-

وہ دل کو رضامند کرنے لگی- اسے زیر بار کرنے کا موقع پھر نہیں ملے گا پھر خالہ کی تنبیہہ یاد آئی- انہوں نے اس کے زیورات اور سامان کی فرد خستگی کا سن کروانت پیسے تھے اور کہا تھا-

''یہ تجھے کوڑی کوڑی کا محتاج نہ بنا دیں تو نام بدل دینا میرا-''

شہریار کے جاتے ہی اس نے کمرہ بند کر لیا اور چپکے چپکے رونے لگی- تاسف نے گھیر لیا- کیا تھا اگر تو اسے پانچ ہزار دے دیتی- واپس کرنے کا وعدہ تو کر رہے تھے وہ- پھر اسے یاد آیا- ابھی پانچ

Pdf by Roadsign

دن پہلے اس کی برتھ ڈے تھی- گھر کے کسی فرد کو تاریخ یاد نہ آئی' شہریار کو بھی نہیں- جو ہر سال اس کے لیے کارڈ بھیجتا' گفٹ بھی دیتا- ایمی' شیما بھی مبارکباد دیتیں- مامی فون پر ہی دعا دیتیں- وہ کیوں کسی کو یاد دلاتی-

دل ہی دل میں بجھ کر رہ گئی اور جب اس نے ڈبے سے اپنا گفٹ نکالا تو وہ شہریار کی غربت کی قائل ہوگئی- لینن کا معمولی سوٹ تھا- شاید چار سو کا ہوگا- ممکن ہے پانچ سو کا ہو- زارا کے لیے چار ہزار کا گفٹ' میرے لیے چار سو کا- واہ شہری! اچھا انصاف ہے- اگر شہریار کچھ دیر اور اس کی خوشامد کرتا تو وہ اسے چالیس ہزار بھی دے ڈالتی- بالکل فقیر تو نہیں تھی- اسے ترس آنے لگا' تاسف کے ساتھ ساتھ- وہی شہریار جو کبھی فریال کی محبت کا دم بھرتا تھا- آج زارا کو گفٹ دینے کے لیے پریشان ہے- دوسری بات' اسے فریال سے مانگتے ہوئے شرم بھی نہ آئی اور تیسری بات یہ کہ وہ پانچ ہزار دے کر شہریار کے لبوں کی مسکراہٹ دیکھ لیتی-

مامی جو اس سے الگ تھلگ رہنے لگی تھیں پھر مہربان ہو جاتیں اور شہریار بھی- کتنی دیر پچھتاتی رہی- سوچا دے ہی دوں گی اگر دوبارہ مامی نے مانگا- مامی اس کے کمرے میں آئیں تو غصے سے برا حال' منہ سرخ' آنکھیں ابلی ہوئی- آتے ہی پھٹ پڑیں-

''کیا ہم زبردستی تم سے تمہاری جیولری چھین لیتے؟ جو خالہ کے حوالے کر آئیں- میں سمجھی تھی لے آئی ہوگی-''

''مامی! ایسی بات نہیں ہے-'' وہ سہم کر کھڑی ہوگئی-

''ایسی نہیں تو کیسی بات ہے- شہری کو یہ جتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تمہاری چیزیں خالہ نے رکھ لی ہیں اور تم مانگو گی تو وہ سمجھ جائیں گی کہ ہم چھین رہے ہیں-''

''پلیز مامی! میں نے یہ نہیں کہا تھا-'' وہ صفائی کے لیے کیا کہتی' شہری کو جھوٹا بناتی-

''نہیں کہا تھا کی بچی-'' مامی کا چہرہ مسخ ہوگیا- فریال ڈر کر پیچھے ہٹی- وہ آگے بڑھیں- ''اگر ہم نے تمہارا زیور لیا ہے تو تمہارا کوئی احسان نہیں ہے- اتنے دن سے تمہیں رکھا ہوا ہے' کھا پی رہی ہو' عیش کر رہی ہو یہاں- چلی جاتیں پھپھی کے ساتھ- وہاں بھوکی مرتیں' تنگ مکان میں رہتیں' تب تمہیں ہماری قدر ہوتی-''

اف مامی کے طعنے- کاش وہ پھپھو اور ان کے مکان کا طعنہ نہ دیتیں- وہ جو اس پر اپنی بے پایاں محبت کے موتی لٹاتی تھیں- چاہت کی دعوے دار' لاکھوں کے زیورات اس کی ماں کی نشانی اپنی جھوٹے محبت کے بدلے میں ہضم کر لیے- حالانکہ اس نے تو کبھی شکوہ نہ کیا تھا- خالہ اگر مامی سے لڑیں تو اس کا کیا قصور-

☆☆

Pdf by Roadsign

مامی کی وہ ملمع شدہ مصنوعی محبت' رنگ آلود ہو کر بھیانک شکل اختیار کر چکی تھی۔ اب وہ ہر وقت اس کے نکمے پن اور عیاشی کا ذکر کرتیں۔ سب کے سامنے اسے ڈانٹتیں' اسے کام کے لیے پکارا جاتا' یہ کرو' وہ کرو۔

''خالی بیٹھی رہتی ہو' ذرا ہل کر کچھ کر لیا کرو۔ یہ تمہارے باپ کی راج دھانی نہیں ہے' جہاں شہزادی بنی رہتی تھیں۔''

بس اسی طرح کی طنز آمیز گفتگو مامی کی نوک زبان پر ہوتی۔ امی' شیما بیٹھی سنتی رہتیں' کسی کو ہمدردی نہ ہوتی۔ مامی کسی بڑے سرمایہ دار کی بیگم' ایڈوانس گھرانے کی تعلیم یافتہ خاتون کے زینے سے قلابازی کھا کر نیچے آ گریں۔ وہ نچلے درجے کی جاہل جھلائی ہوئی غربت سے تنگ عورت بن گئیں۔

اب فریال کو چائے بھی بنانا پڑتی' برتن بھی دھونے ہوتے کہ مامی کا حکم تھا۔ کچن کے کتنے ہی کام اب اس کے سپرد کر دیے گئے۔ بوکھلاہٹ میں کبھی برتن گر جاتے' کبھی گلاس پھسل جاتے۔ مامی کی پھٹکار دو ہتڑوں تک آ پہنچی۔ فریال اپنی غلطی تسلیم کر کے معافی مانگتی مگر مامی کے طعنے عروج پر ہوتے۔

پھر اسے اپنے گھر کی کراکری یاد آتی۔ وہ قیمتی ڈنر سیٹ بیش قیمت ڈونگے' کرسٹل کا ڈنر سیٹ جو بابا نے اس کے جہیز کے لیے منگایا تھا۔

پہلا زمانہ ہوتا تو وہ سارے برتن مامی کے سامنے لا رکھتی مگر نہ جانے وہ سب کہاں گئے۔ گھر میں عام استعمال کے برتن ہی بہت خوبصورت تھے۔ کسی چیز کا پتا نہ تھا۔ چاندی کا کٹلری سیٹ' ابھی اس کی پیکنگ کھلی نہ تھی۔ کیا کیا یاد کرتی۔ سرد آہ بھر کر رہ جاتی۔

پھر سنا کہ ماموں کا سرمایہ ڈوب گیا۔ خانساماں کے سوا سب نوکر ہٹا دیے گئے۔ ماموں کا آرڈر تھا کہ گھر میں جوان لڑکیاں ہیں۔ وہ گھر سنبھالیں۔ ماموں کے سامنے لڑکیاں متحرک ہوتیں۔ بعد میں سارا نزلہ فریال پر گرتا۔ برتن دھونا' کپڑوں کی دھلائی' گھر کی صفائی' جھاڑ پونچھ' خانساماں کے نخرے بڑھتے گئے' فریال کا کام۔ خالہ آتیں' اسے کام میں مصروف دیکھ کر آگ بگولہ ہو جاتیں۔ اپنے ساتھ لے جانا چاہتیں تو مامی کے ماتھے پر بل گہرے ہو جاتے۔ انہوں نے فریال سے کہہ دیا۔

''جانا ہے تو جاؤ پھر واپسی کا نہ سوچنا۔ ابھی تو تمہارے ماموں تمہیں بہو بنانے پر تیار ہیں۔ ایک بار چلی گئیں تو اس گھر سے ناتا ختم۔''

وہ ڈر گئی۔ کہیں خالہ اپنے ساتھ لے جا کر اپنے دل پھینک بیٹے کا نصیب نہ بنا لیں۔ شہریار ابھی اس کے دل میں موجود تھا۔ اس نے کبھی شہریار کے سوا کسی کا تصور ہی نہیں کیا تھا۔ جب بھی گھر میں

Pdf by Roadsign

ہوتا' فریال سے چائے مانگتا- کبھی مسکرا کر کوئی بات بھی کر لیتا اور فریال کے دل میں امید کے پھول کھلنے لگے- بے شک وہ پہلے کی طرح گرم جوشی کا اظہار نہیں کرتا تھا مگر مامی اور ایمی' شیما کی طرح بیزار نہ تھا ورنہ وہ خالہ کے گھر چلی جاتی- خالہ کے گھر برتن بھی دھو لیتی- کم از کم وہاں سے طعنے نہ ملتے' ذلت نہ کی جاتی' بوجھ نہ سمجھا جاتا-

☆☆

کچن کے کام سے تھک کر وہ لاؤنج میں آ کر کرسی پر بیٹھی تھی کہ ڈرائنگ روم سے مامی کی خوفناک چنگھاڑیں سن کر تھرا گئی- نہ جانے آج کس پر زلزلہ گر رہا تھا-

''بے وقت کی راگنی کا بڑا شوق ہے تمہیں- یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میری بیٹیاں تو گھر میں بیٹھی رہیں' تمہاری بھانجی کے سہرے کے پھول کھلیں-''

مامی' ماموں سے مخاطب تھیں- پوری آواز میں چلا رہی تھیں- فریال کے سوا اور کیا موضوع تھا ان کے پاس-

''واہ میاں واہ' ایسا باپ کسی نے نہیں دیکھا ہوگا-''

''وہ میری ذمہ داری ہے اور میں نے مرنے والے سے وعدہ کیا تھا- مرتی ہوئی بہن سے عہد کیا تھا- سمجھا کرو- اپنی بیٹیوں کا تو کوئی رشتہ آئے گا تب کریں گے نا-'' ماموں دبی دبی آواز میں بولے تھے-

''اور اس کا رشتہ آئے بغیر کیا ہوا سے کریں گے-''

''ہمارا بیٹا موجود ہے- رشتہ ہو چکا ہے اس کے ساتھ-''

''اس بھلاوے میں نہ رہنا- شہریار اس فقیرنی سے شادی پر راضی نہیں- کان کھول کر سن لو' اس کی شادی زارا سے ہوگی- بس-''

مامی نے فیصلہ سنا دیا پھر ماموں نے کچھ کہا مگر فریال سن نہ سکی- اس کے حواس قابو میں نہ تھے-

''کہیں بھی ہو' میری بلا سے- وہ میری ذمے داری نہیں ہے- اتنے دن برداشت کر لیا' یہ بھی احسان ہے میرا-''

مامی حلق پھاڑ رہی تھیں اور حرف حرف پگھلا ہوا سیسہ اس کے کان میں ٹپکا رہی تھیں- فریال ان کے چنگھاڑوں سے' طوفان کی غراہٹوں سے دور بھاگتی ہوئی چلی گئی- کہاں جائے- اچانک تھکن اس قدر غالب آئی کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے بیٹھتی چلی گئی- کیا ہو رہا تھا' یہ کیوں ہو رہا تھا- مامی اتنا بدل کیوں گئیں- اس نے تو ان کی بدمزاجی کو پریشانی کی وجہ جان کر کبھی شکوہ نہ کیا- ان کی بدکلامی کو برداشت کرتی رہی- انہیں اونچے مقام پر جگہ دی ہوئی تھی پھر وہ نیچے کیوں آ گریں- اگر وہ بیٹے کو سمجھاتیں- وہ ساری زندگی ان کی خدمت کرتی' کھانے پکا کر کھلاتی' ان کے احسان تلے خود کو

Pdf by Roadsign

مٹا کر عمر گزار دیتی مگر اب وہ کیا کرے۔ کیسی ذلت' بے بسی۔ پاپا آپ مجھے کہاں چھوڑ گئے۔ دل سے پکارا تھا مگر وہ آ نہ سکتے تھے۔ ان کی روح تڑپتی ہوگی۔ اس نے جلدی سے آنسو رگڑ ڈالے۔ وہ بابا کی روح کو اذیت نہیں دے گی۔ ہر حال میں شکر ادا کرے گی اور وہ صبر کے سبق کو پڑھنے لگی۔ بچپن میں کبھی پڑھا تھا۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

☆☆

''فریال! شام کو پارٹی ہے گھر میں۔ تم بھی نہا کر فریش ہو جاؤ۔ پاپا کے دوست آ رہے ہیں نا۔ دراصل پاپا نے بزنس ڈیل کے لیے بلایا ہے انہیں۔ بہت اونچی چیز ہیں۔ اس لیے ہم سب کو تیار ہونے کا کہا ہے۔''

امی نے کئی ہفتے بعد اس سے کلام کیا تھا۔ فریال بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

''کیا دیکھ رہی ہو یار! گھر میں ٹینشن ہو تو کوئی بھی پریشانی سے نہیں بچتا۔ خیر اب امید ہے کہ ساری ٹینشن ختم ہو جائے گی۔''

امی لہراتی ہوئی چلی گئی۔ فریال نئی امید' نئی آس لیے کپڑے منتخب کرنے لگی۔ سب پرانے ہو چکے تھے۔ دو ڈھائی سال کے درمیان ایک جوڑا بھی نہیں بنا تھا۔ الماری میں گولا بنا ہوا لینن کا سوٹ' شہریار کا تحفہ' وہی نیا تھا۔ سرد آہ بھر کر وہی اٹھا لیا۔ شیما گنگناتی ہوئی آئی۔

''ایں؟ یہ کیا۔ یہ سوٹ کون سا ہے۔ ارے پارٹی ہے بھئی' یہ ماسیوں والا ڈریس اتارو۔''

''میں اسی قابل ہوں شیما۔'' اس نے بھرے گلے سے کہا۔ ''شہریار نے دیا تھا مجھے۔''

''پاگل ہیں شہری بھائی۔ لو یہ پہنو اور فوراً میرے کمرے میں آؤ۔'' شیما بڑا خوبصورت ڈریس پلنگ پر ڈال کر چلی گئی۔

وہ بھونچکا سی رہ گئی۔ کیوں ہو رہی ہے مہربانی اس پر۔ آرڈر کی تعمیل ضروری تھی۔ وہ ریڈ اور بلیک خوبصورت ڈیزائن والا سوٹ پہن کر شیما کے کمرے میں پہنچی۔ دونوں بہنیں فل میک اپ میں تیار ملیں۔ پہلے انہوں نے اس کے نازک سراپے کی تعریف کی پھر حسن کی' اور پھر لباس کی۔ جو یوں سج رہا تھا جیسے اسی کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہو پھر شیما نے اس کو پکڑ کر میک اپ شروع کر دیا۔ وہ حیرت سے منجمد ہونے لگی تھی۔ آج اس مہربانی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ انہوں نے صرف یہ کہا۔

''بھئی کافی دن بعد پارٹی ہو رہی ہے اس لیے۔''

لان میں پارٹی کا انتظام مکمل تھا۔ بیرے' بٹلر ادھر سے ادھر لپکتے پھر رہے تھے۔ میزیں اعلیٰ قسم کی نعمتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ کمال ہے آج ماموں کی کفایت کہاں جا سوئی۔ جس کا مظاہرہ وہ کئی مہینوں سے کر رہے تھے۔ شاید مہمان بہت ہی اونچی چیز ہیں۔ اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

☆☆

Pdf by Roadsign

''بس سمجھ لو کہ ایسے مہمان ہیں۔ منصوبہ کامیاب ہو گیا تو شہری بھائی تم کو تھرڈ کلاس تحفہ دینے کے بجائے بیش قیمت ڈائمنڈ کی رنگ دیں گے۔''

وہ پھر آس کے جھولے میں جھولنے لگی۔ مہمان وقت پر آ گئے۔ باپ اور بیٹی صرف دو مہمان اور کھانے پینے کا سامان پچاس آدمیوں کے قابل۔ کیا ہو گیا تھا ماموں کو۔ شیما' ایمی اور شہریار باپ بیٹی کے گرد مثل پروانہ گھوم رہے تھے۔ مامی کی' ہاں مامی کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ نہ صرف ان صاحب سے خوشامدانہ انداز میں مل رہی تھیں۔ گفتگو کر رہی تھیں بلکہ فریال کو بھی تعریفیں کر کر کے آگے بڑھا رہی تھیں۔ مامی فریال پر واری صدقے ہو رہی تھیں اور مہمان لڑکی پر سو جان سے نثار ہونے کی تیاری۔

''فریال! آگے بڑھو۔ کیک پیش کرو جہاں گیر صاحب کو۔ ارے فریال' یہ بسکٹ فریال۔ جہاں گیر صاحب کو مٹھائی دو۔ کولڈ ڈرنک دو فریال۔ صاحب بہت شرمیلی ہے یہ۔''

مامی حیرت انگیز طور پر بدل چکی تھیں اور وہ مہمان جو کسی بزنس ڈیل کے لیے آئے تھے' فریال پر مہربان ہو رہے تھے اور ان کا ماموں سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ ماموں حالانکہ وہیں لان میں بیٹھے تھے مگر مہمان شہریار' مامی اور فریال سے ہی مخاطب رہے۔ ایک مرتبہ تو ہنستے ہنستے انہوں نے فریال کا ہاتھ ہی تھام لیا۔ اس پر فریال گھبرا کر پیچھے ہٹی تو مامی اور شہریار قہقہہ لگانے لگے۔

''بہت ہی شرمیلی ہے یہ سر۔'' شہریار نے کہا۔

''پسند ہیں' پسند ہیں مجھے۔'' جھومتے ہوئے وہ صاحب فریال کی طرف جھکے اور فریال جھجک کر پیچھے ہو گئی۔ ان کے منہ سے نہایت گندی بو کے بھبکے ناقابل برداشت تھے۔ مہمان اور شہریار قہقہہ لگانے لگے پھر شہریار ان کی بیٹی کی طرف بڑھ گیا۔ جسے ایمی اور شیما گھیرے بیٹھی تھیں اور ادھر سے بھی بلند بانگ قہقہے ابلنے لگے۔ وہ ماموں کی طرف جانے لگی تو مامی نے کہنی ماری اور آنکھ سے اسے مہمان کی طرف اشارہ کیا۔ فریال سمجھی نہیں اور جو اس کی سمجھ میں آیا وہ اس نے کیا۔ یعنی مہمان کو ماموں کی طرف متوجہ کیا۔ مہمان اوہ کہہ کر فریال کے پیچھے چل پڑے۔

ماموں تو اس قدر تھکے ہارے بیٹھے تھے کہ ان میں کھڑے ہونے کی بھی سکت نہ تھی۔ مہمان نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا اور فریال کو بھی بیٹھنے کا اشارا کیا۔ فریال دور پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ نہ جانے ماموں دبی زبان سے کیا کہہ رہے تھے۔ مامی بھی وہیں آ گئیں اور مہمان کے ساتھ خوش دلی سے شریک گفتگو ہو گئیں۔ وہ اپنی جگہ اکیلی بیٹھی رہی۔ ایمی' شیما یا شہریار نے اس کا تعارف لڑکی سے نہیں کرایا تھا۔ لڑکی بلاشبہ بہت حسین تھی مگر اس کا حسن مصنوعی سامان آرائش کے سبب تھا۔ اعلیٰ کوالٹی کا سامان' اس کی مصنوعی مسکراہٹ' بناوٹی قہقہے' رنگے ہوئے' کٹے ہوئے بالوں کو خاص انداز سے جھٹکنا۔ ہر چیز بناوٹی۔

Pdf by Roadsign

وہ چپکے سے اٹھ کر اندر آ گئی- کمرے میں جا کر کتنی دیر وہ اس پارٹی کے اغراض و مقاصد پر غور کرتی رہی مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا پھر وہ کپڑے بدل کر آرام سے لیٹ گئی- کپڑے اس نے تہ کر کے رکھ دیے- شاید ایمی یا شیما کا تھا سوٹ- شاید اسے نیند آ گئی تھی-

پھر کچھ آوازوں سے چونک کر اٹھی- وہ لوگ اسے سوتا پا کر شاید واپس چلے گئے تھے اور وہ سوچنے لگی- شاید مجھے بتانے آئے تھے کہ ان کا منصوبہ کامیاب ہو گیا ہے اور پھر شہریار ڈائمنڈ کی رنگ پہنائے گا- اف' کاش میں جاگ رہی ہوتی- اس عرصے میں ان لوگوں کے درمیان اتنی دوری ہو چکی تھی کہ اس کی ہمت نہ پڑی کہ پکار کر ان سے کہے کہ وہ جاگ رہی ہے- مامی ناراض نہ ہو جائیں مگر بھلا انہوں نے اسے جگا کیوں نہ دیا-

صبح حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے کا دن طلوع ہوا تھا- کسی نے اسے جگایا نہیں' ناشتے کے لیے آواز نہیں دی- وہ دوڑتی ہوئی کچن میں گئی تو مامی اسے شانوں سے تھام کر لے آئیں- پیار بھرے انداز میں اسے سب کے ساتھ میز پر لا بٹھایا- اس نے سب کے ساتھ ناشتہ کیا- ماموں کچھ چپ چپ تھے- باقی سب چہک رہے تھے- پرانا ماحول لوٹ آیا تھا- وہ بھی مسکرانے لگی- ناشتے کے بعد سب لاؤنج میں آ گئے- مامی نے اسے صوفے پر بٹھایا پھر ماموں کی طرف دیکھ کر بولیں-

"سسپنس ختم ہونا چاہیے- چلیں آپ فریال کو بتائیں- ہمارا آئندہ پروگرام اور یہ بھی کہ انکار کے بعد اس گھر میں...."

"چپ رہو-" ماموں گرجے- وہ یکدم بے حد سہم گئی- ماموں کو غصہ کیوں آیا-

مامی نے کڑے تیوروں سے میاں کو دیکھا- ماموں نے فریال کو رحم بھری نظروں سے دیکھا- گلا صاف کیا پھر اپنے سرمائے کے ڈوب جانے' کاروبار کے تباہ ہونے کے نتیجے میں کروڑوں کے مقروض ہونے کی اندوہناک داستان سنائی-

"اب صورت حال یہ ہے-" ماموں نے نئے سرے سے گلا صاف کیا- "جب تک ہم ایک بڑی رقم قرض حاصل نہ کر لیں جو کاروبار کو سہارا دے کر کھڑا کر دے اور مارکیٹ میں ہماری ساکھ برقرار رہے ہماری تباہی سے نجات ممکن نہیں-"

فریال کی آنکھیں بھر آئیں- دل دکھ سے بھر گیا- اف ماموں اتنا نقصان کیسے برداشت کر سکے اور اب کیا ہو گا' کہاں سے لیں گے قرضہ؟

"ماموں! پھر آپ قرض لے لیں- یہ جو کل آپ کے دوست آئے تھے- کیا وہ نہیں دے سکتے؟"

"ہاں' یہ بات-" مامی خوشی سے لہک کر بولیں اور لہرا کر کھڑی ہو گئیں- "کیسی پتے کی بات کی

Pdf by Roadsign

ہے فری نے۔'' انہوں نے جھک کر فریال کو بوسہ دیا۔ وہ ششدر رہ گئی۔ ایسے تعلقات عرصہ پہلے سے ختم تھے۔

''اب قصہ یہ ہے کہ قرض تو وہ دے دیں گے مگر ان کی ایک شرط ہے اور اس شرط کے لیے تمہاری رضامندی ضروری ہے۔''

اس نے حیرت سے دیکھا۔ مامی جتنی خوش تھیں' ماموں اتنے ہی رنجیدہ۔ انہوں نے گردن جھکالی تھی۔

''میں بتاتا ہوں۔ ماما! آپ رکیں۔''

شہریار اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں ملائی ہوئی تھیں۔ آنکھوں میں چمک تھی۔ چہرا بے حد بشاش اور خوش باش۔

''ہاں ہاں۔ کہیے' میں ماموں کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔''

اس نے شہریار کو اتنے نزدیک دیکھ کر دل میں پھوٹتی خوشیوں کی کونپلوں کو بڑھتے دیکھا۔

''وہ ایسا ہے فریال۔'' شہریار نے گردن نیچی کر کے گلا صاف کیا۔ ''قرض وہ دے دیں گے لیکن بات یہ ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی سے پہلے اپنی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ بھئی وہ ارب پتی ہیں۔ ایک کیا دس شادیاں کر سکتے ہیں مگر انہیں عورت پر زیادہ بھروسا نہیں رہا۔ پتا نہیں کیا بات تھی۔ تو خیر اب انہوں نے ایک سودے کی تجویز دی ہے۔''

''تجویز نہیں۔ شہری! بات کو بڑھاؤ نہیں۔ اسے بتاؤ' ان کی شرط ہے یہ۔'' مامی نے کہا۔

''ہاں بتا دیں۔ آپ مجھ سے ڈر رہے ہیں؟ شہری کیا ہو گیا ہے؟'' وہ شہری کو دائیں بائیں دیکھتے ہوئے حیران سی تھی۔

''ہاں' آں۔ بتاتا ہوں نا بھئی' وہ....'' شہریار نے سر کھجایا۔ ''دراصل انہوں نے تمہیں پسند کر لیا ہے انہیں تمہاری شرم و حیا اور معصومیت پسند آ گئی ہے۔''

سن سن سن۔ سناٹے اس کے وجود میں گونجنے لگے۔ ''پسند ہیں' پسند ہیں مجھے۔''

کوئی عفریت منہ پھاڑے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کر شہریار کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اسے احساس تھا کہ جسم کا سارا خون اس کے چہرے پر جمع ہو گیا ہے۔ آنکھوں میں بھر گیا ہے' اسی لیے اسے سامنے کی ہر چیز دھندلی نظر آ رہی تھی۔ شہریار کا چہرہ بھی۔

''پھر....'' اس کے گلے سے غراہٹ برآمد ہوئی۔ ماموں نے سر اونچا کر کے بھانجی کو دیکھا تھا۔

''انہوں نے تم سے شادی کی خواہش کی ہے۔''

شہریار اسی طرح تنا کھڑا تھا اور فریال کے اندر دھماکے ہوئے تھے' دھڑام۔ ایک آرزو کا محل مسمار ہوا۔ آہ و بکا۔ سینے میں مقید ارمانوں کی تھی۔ چھن چھن چھناک۔ تمناؤں کا تاج محل زمیں بوس

Pdf by Roadsign

ہوا- اس نے اپنے قدموں میں لرزش محسوس کی-

''اور تم کیا کہتے ہو؟'' اس کی آواز صاف' لہجہ تحقیر آمیز تھا-

''میں.... پاپا کی.....'' اس نے کچھ کہنا چاہا-

''ماموں کی نہیں' اپنی بات کرو- تم کیا کہتے ہو؟'' وہ سختی سے زمین پر کھڑی تھی-

سب کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں- وہ کسی کو نہیں صرف شہریار کو دیکھ رہی تھی' پلکیں جھپکے بغیر-

انہوں نے محبت کے راگ تو کبھی نہیں الاپے- کوئی وعدے وعید بھی نہیں کیے- شہریار نے ہمیشہ اس پر حق جتایا' دھونس جمائی' اسے اپنی ملکیت سمجھا- آج وہ کچھ نروس اس کے سامنے کھڑا تھا- گدی سہلا رہا تھا- یہ روپ اس نے پہلے کبھی شہریار کا نہیں دیکھا تھا- وہ خود تو جانے کیا کچھ کرنا چاہتی تھی- دولت تو دے چکی تھی- شاید وہ جان مانگتا تو دے دیتی کسی طور- اب اس نے اپنی غیرت کے سودے کی بات کی ہے- ایسا تو ہوتا نہیں- عام زندگی میں بھی غیرت کا مطلب غیرت ہوتا ہے- عزت آبرو' انا' آن بان' یا.....

''میں.... میں بھی چاہتا ہوں کہ تم اس کو قبول کرلو-''

شہریار کے منہ سے سرسراتے ہوئے الفاظ نکلتے ہی فریال پر جنون طاری ہو چکا تھا- اسے ذرا اندازہ نہ تھا کہ اس میں اتنی طاقت کہاں سے آئی یا وہ اتنی قوت کہاں سے لائی- اس نے پوری ہمت' جرات اور حوصلے سے وہ کام کیا' جو کوئی بھی جواں مرد' غیرت دار مرد کرسکتا تھا- جس کسی کی غیرت کو للکارا جائے-

پہلے تھپڑ کا تو شہریار کو بھی اندازہ نہ ہوا- دوسرا تھپڑ بھی ایسا زوردار تھا کہ وہ مزاحمت نہ کرسکا بلکہ اس زوردار تھپڑ کے بعد وہ دھڑام سے زمین پر گر گیا- سائیڈ ٹیبل کے کونے پر سر لگنے سے سر پھٹ گیا اور وہ وہیں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا- خون اس کے کان کے پیچھے سے نکلا اور بہتے ہوئے گردن پر آ گیا- دم بخود سا اسیمہ- مامی اور شیما ایک ساتھ کھڑی تھیں-

مامی چیختی ہوئی شہریار کی طرف بڑھیں- ایمی' فریال کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی- شیما بھی خوفزدہ اپنی جگہ کھڑی رہی-

صرف ماموں تھے جن کے چہرے پر رونق تھی- وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھے نہیں- مامی اسے گالیاں دے رہی تھیں-

اس کے حلق سے تیز آواز نکلی- ''بے غیرت-'' اور وہ تیز قدموں سے وہاں سے نکلی اور اس نے اپنے جذبات میں ابلتے طوفان کے شور کے باوجود مامی کی آواز سن لی-

''زارا کو فون کرو- زارا کو بتاؤ- اپنے پاپا سے کہے-''

نہ جانے کیا- زارا تو..... یہ لڑکی وہ تھی جس کے قدموں کی دھول شہریار بنے ہوئے تھے اور اس کا

Pdf by Roadsign

باپ' فریال کے عوض زارا کا رشتہ دے رہا تھا- وہ گھر سے نکلی تو بھاگتی چلی گئی- جانے کون سی قوت تھی جو اسے کہیں لے جا رہی تھی پھر اس نے اپنے چہرے پر آبشار گرتا محسوس کیا- آنکھیں برس رہی تھیں- دوپٹے سے منہ رگڑ کر اس نے گیٹ کی گھنٹی پر انگلی رکھ دی-

خالہ کے گھر پنکی آئی ہوئی تھی' اپنے گول مٹول بچے کو لے کر- سب اس کی خاطر میں لگے تھے- بچے کو گودوں میں اٹھایا جا رہا تھا- تتلا کر باتیں کی جا رہی تھیں- اس پر غور کرنے کا موقع کسی کے پاس نہ تھا- پائلٹ آفیسر پنکی کے بیٹے کو اپنا نام دے کر فارغ ہو گیا- طلاق کینیڈا میں ہوئی- اب عدت گزار کر پنکی واپس آ گئی تھی اور آرام کا موڈ تھا- دوسری شادی کے لیے وہ کسی دولت مند کو پھانسنے کا پروگرام بنا رہی تھی جو اس کے بیٹے کو آسائش کی زندگی دے' تحفظ بھی- سجاد بھائی کا رشتہ خوشحال گھرانے میں طے ہو گیا تھا-

روزی نے بھی ایک پروفیسر کو بک کر لیا تھا- متوسط طبقے کا یہ نوجوان روزی کو کیوں بھا گیا- کیونکہ وہ ایک محنتی اور سچا انسان تھا اور روزی جو جھوٹ' منافقت سے تنگ آ گئی تھی' زندگی گزارنے کے لیے سنجیدہ ہو گئی- ایک سچے محنتی غریب آدمی کے ساتھ عمر بھر کا بندھن باندھنے کے لیے-

فریال کو محسوس ہو رہا تھا- وہ کافی عرصے کے بعد آئی ہے- سب کس قدر خوش اور مطمئن تھے- اس کے سوا' اسے کیوں حق نہیں خوشیاں حاصل کرنے کا- اس نے کہاں غلطی کی- وہ تو بظاہر خوش باش' لاپروا مگر اندر سے سادہ اور سنجیدہ لڑکی تھی پھر اسے کوئی خوشی کیوں نہیں ملی- جسے چاہا' اسے کھو دیا- کس گناہ کی سزا ملی اسے- اس کا دل پھٹنے کے قریب تھا کہ پنکی کے ایک چھوٹے سے سوال نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پھینکا- نہ جانے وہ بے ہوش ہو گئی تھی یا ہونے والی تھی-

''تمہارا کیا حال ہے- کمزور لگ رہی ہو-''

پنکی نے پوچھا تھا اور جواب میں وہ پھوٹ پھوٹ کر بلکنے لگی- پنکی نے سہارا دیا' کندھا دبایا' تسلی دی اور وہ شہریار کے آخری الفاظ تک کی داستان سنا گئی-

اور ہر شخص ہر ذی روح نے اس پر گزری ہوئی قیامت کا حال سنا- اس کے زخم سے بہتے لہو کو محسوس کیا لیکن یہ جیسے ایک عام سی بات تھی' معمولی- ذکیہ آپا نے تسلی دی-

''تو اس قدر جذباتی ہونے کی کیا بات ہے- یاد رکھو' دولت مند کبھی بوڑھا نہیں ہوتا- اس کی دولت' اس کی شہرت ہر چیز کی حصے دار بنو گی' عیش کرو گی- پیسہ بڑی چیز ہے' بہت بڑی قوت- سب کو چاہیے دولت-''

''پیسہ' پیسہ ذکیہ آپا! پیسے میں طاقت ہوتی ہے' محبت نہیں- مجھے محبت چاہیے-''

''بی بی! محبت بھی پیسے سے ہوتی ہے- سارے رشتے دولت کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں ورنہ ماموں کم از کم زبانی ہی تمہاری حمایت کر لیتے- اپنا بیٹا نہ سہی' دنیا کے سارے لڑکے ختم تو نہیں

Pdf by Roadsign

ہو گئے۔ کہیں تو تمہارے جوڑ کا مل ہی جاتا۔ اب ایسے بھی گئے گزرے حالات نہیں کہ.... مگر انہیں بھی پیسہ چاہیے۔ خیر اس بوڑھے کو یعنی سیٹھ کو پنکی آزمالے گی۔ کیوں پنکی۔''

''تم نے بھی تو اپنا سارا زیور ان کے حوالے کر کے ہاتھ کاٹ لیے۔ کم از کم۔'' پنکی نے بات ٹالی۔ ''ان ہی کا سہارا ہوتا' اب بھلا....''

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ گویا اب وہ بے حیثیت کم تر' مفلس لڑکی تھی۔ کون اس کا سہارا بن سکتا تھا۔ ایک وقت تھا جب یہی ذکیہ آپا اپنے بھائی کو پڑھا رہی تھیں۔ وہ تھکی ہوئی تھی۔ اندیشے اور مستقبل کی فکر نے ساری جان سلب کر لی تھی۔ شاید اسے نیند آ گئی تھی۔ انھی تو روزی اور پنکی کہیں جانے کے لیے تیار تھیں۔

ذکیہ آپا سسرال جا چکی تھیں۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی سوچتی رہی۔ خالہ نے اسے نظر انداز کر دیا۔ وہ ان کے گریز کو جان گئی تھی۔ اس کا ذہن اب جاگ گیا تھا۔ روزی اور پنکی اس کے وہی زیور پہنے ہوئے تھیں جو خالہ کے پاس امانت تھے۔ اب فریال میں اور ایک معمولی ملازمہ میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ خالہ کے لیے بھی وہ غیر اہم تھی۔ خالہ آرام کرنے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ جاتے جاتے اسے تاکید کر گئیں۔

''جاتے وقت گیٹ لاک کر دینا بیٹا۔''

اس پر غم کا پہاڑ آ گرا۔ جاتے وقت' کہاں جاتے وقت؟ وہ تو ماموں کا گھر چھوڑ آئی تھی۔ اب کہاں جائے گی۔ وہ سچ مچ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئی تھی اور اتنی ہی حقیر فقیر لیکن جاگتے ذہن نے ایک راستہ دکھا دیا۔

آنٹی شہباز کو فون کرتے ہوئے وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ جس راستے پر جس جگہ آنٹی نے اسے امانت پیش کی تھی' وہیں وہ ان کی منتظر تھی۔ وہ آ گئیں۔ ایک غیر' بالکل غیر' کبھی کبھی ملنے والی۔ محمد اپنے

''سوری بیٹا! مجھے دیر ہو گئی۔ دراصل میں آج ہی کی سیٹیں لینے کے لیے مجبور تھی۔ بیٹا! مجھے غلط نہ سمجھنا۔ تمہاری مومانی سے مجھے ہر ذلیل ترین اقدام کی امید ہے' اس لیے میں ایک رات بھی تمہیں ساتھ نہیں رکھ سکتی۔ ہم آج ہی لاہور جائیں گے اور....''

''ہم؟'' کتنی معصوم تھی یہ بچی۔ آنٹی شہباز کو بہت پیار آیا۔ کاش اس کی قسمت بھی ایسی ہی پیاری ہوتی۔

''ہاں' ہم۔ میں تمہیں چھوڑنے جاؤں گی۔ کیا اکیلا جانے دوں گی؟ تمہارے نیک' شریف' فرشتہ خصلت والد سے ہمارے بڑے اچھے تعلقات تھے۔''

آہ' اس نے سر پشت سے ٹکا لیا۔ کتنے عرصے بعد اسے اپنے باپ کے لیے والد کا لفظ سننے کو ملا تھا۔ ان کا ذکر' تعریف' اس کے زخمی دل پر مرہم لگتا گیا۔ آنٹی نہ جانے بابا کے بارے میں کیا کیا

Pdf by Roadsign

کہہ رہی تھیں۔

گاڑی ان کا ڈرائیور چلا رہا تھا اور وہ ایئرپورٹ کی سمت جا رہی تھی مگر اس کے دل کے جلتے چھالوں پر بابا کے ذکر نے جو ٹھنڈا مرہم رکھا تھا' وہ زخم اب سوکھتے جا رہے تھے۔ سکون' آرام۔ آنٹی اسے جہاز کی سیڑھیوں تک بابا کی باتیں بتاتی رہیں۔ وہ سرشاری کی کیفیت میں ہوں ہاں کرتی رہی۔

☆☆

سرفراز اماں کے پیر دبا رہا تھا۔ صبح سے ہی بادل جمع ہو رہے تھے اور شام کو سب ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ ہوا چلنے لگی۔ سرفراز کو علم تھا۔ یہ بارش کا موسم' بھیگی ہوائیں اماں کے پیروں میں درد کر دیتی ہیں۔

''اماں! اب کھانا کھالیں۔ دیر ہو جائے گی تو آپ کا کھانا ہضم نہیں ہوگا ٹھہریں میں میز آگے رکھ دیتا ہوں پھر پانی لاؤں گا۔ آپ یہیں ہاتھ دھو لیجیے۔''

''ارے بیٹا! مجھے محتاج نہ بناؤ۔ میں اٹھ جاتی ہوں تم کھانا لے آؤ۔''

دستک کی آواز بادلوں کی گھن گرج سے زیادہ تیز تھی پھر دوسری دستک اور سرفراز کے دروازے تک جاتے جاتے تیسری دستک مع موٹی موٹی بوندوں کے۔

''نہ جانے کون نازک مزاج ہے۔ ذرا سی بوندوں کی برداشت نہیں ہے۔'' سرفراز بڑبڑاتا ہوا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

''ہاں' کون ہے؟'' آواز حلق میں پھنس گئی۔

وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بھیگی لٹوں' تھرتھراتے ہونٹوں کے کونوں پر سسکیاں مچل رہی تھیں۔

''فریال' تم۔'' اور فریال جیسے چکرا کر گرنے لگی۔ سرفراز نے اسے تھام لیا۔

''میرے پاس ٹائم نہیں ہے بیٹا! میرا تعارف فریال کرا دے گی۔ چونکہ ابھی ایک گھنٹے بعد کی فلائٹ ہے میری۔ ایک امانت آپ کی تھی' وہ دے کر جا رہی ہوں۔ اللہ حافظ و ناصر۔''

وہ مسکراتے چہرے والی بشاش' ڈیسنٹ سی خاتون برستی بوندوں میں سڑک پر کھڑی ٹیکسی میں غڑاپ اور ٹیکسی زن۔ حیرت کا مقام' مگر غرق ہونے کا موقع تھا نہ وقت۔ فریال دھیمے دھیمے اندر جا چکی تھی اور جب وہ دروازہ بند کر رہا تھا' اسے اندر سے اس کے دھاڑیں مارتے بین سنائی دیے' ساتھ ہی اماں کی چیخیں۔ وہ دوڑتا ہوا اندر گیا۔

دونوں خواتین ایک دوسرے میں ضم رونے دھونے کے سارے ریکارڈ توڑے ڈال رہی تھیں۔ سرفراز ان کے آنسوؤں' چیخوں اور فریادوں سے لاپروا کچن میں کھانا گرم کر رہا تھا اور پھر وہ ٹرے اس نے پہلے سے رکھی میز پر اماں کے پلنگ کے پاس رکھی۔

Pdf by Roadsign

''چلیں اماں! رونا دھونا تو بہت ہو چکا۔ میرا خیال ہے فریال کو بہت بھوک لگی ہے۔ کیوں؟''
فریال آنسو پونچھ رہی تھی۔ بے دھیانی میں سر ہلا کر اقرار کر بیٹھی۔ سرفراز زور سے ہنسا پھر اس کے چہرے پر چھائی مردنی نے اسے بے چین کر دیا۔

''فریال! کیا تم بیمار ہو؟''

''نہیں، اب ٹھیک ہوں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ پھپھو سرفراز کو فریال کے بستر کے بارے میں ہدایات دینے لگیں۔ وہ ان سے چمٹ گئی۔

''نہیں پھپھو! مجھے خود سے الگ نہ کریں۔ میں یہیں آپ کے پاس سو جاؤں گی۔''

اس کی آنکھیں ساون کے نظارے پیش کرنے لگیں۔ پھپھو نے اسے لپٹا لیا۔

''پھپھو! اتنے دن میں ایک بار بھی آپ نے میری خبر نہیں لی۔ ملنے نہیں آئیں تو بلا ہی لیتیں کبھی۔'' کیسی حسرت تھی اس کی آواز میں۔

''بیٹا جی! میری حالت ایسی نہیں تھی کہ میں جاتی۔ بس زندہ ہوں۔ تمہیں دیکھ کر تو صحت بھی بحال ہو گئی۔'' پھپھو بے قراری سے بولیں۔ ''اور ہر تیسرے چوتھے دن فون کرتی تھی۔ تمہاری مومانی نے نہیں بتایا؟ ان ہی سے بات ہوتی تھی۔ ہر بار یہی وہ کہتیں۔ فری تو سیر کے لیے گئی ہے۔ پکنک پر گئے ہیں بچے یا سوات گئی ہوئی ہے۔ میرے بچے! میں تو تمہاری آواز کو ترس گئی۔ سفر کے قابل میں تھی نہیں۔''

''آپ، سرفراز بھائی کو بھیج دیتیں۔''

''بھیجا تھا۔ تمہاری مومانی نے باہر کے باہر کہلوا دیا کہ فری کا خان گئی ہوئی ہے۔ سرفراز کو ایسی ہتک محسوس ہوئی کہ دوبارہ خالہ کا نام نہ لیا اور بیٹا! ہم تو یہی سمجھے کہ تم اپنی خالہ مومانی سے مانوس ہو۔ خوش ہو گی وہاں۔''

فریال نے اچانک سر اٹھا کر پوچھا۔ ''پھپھو! اگر میں آپ کو بتاؤں۔ میں .... میں بہت غریب ہو چکی ہوں، میرا سارا زیور چور لے گئے، میرا بھرا ہوا گھر ڈاکوؤں نے لوٹ لیا پھر آپ کیا کریں گی۔''

''اس خدا تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی۔ جس نے میری بچی کو مجھ سے ملا دیا۔ بیٹا! زیور، پیسہ جان کا صدقہ سمجھ کر بھول جاؤ۔ گیا تو اچھا ہوا۔''

''آپ کو پھر بھی میری محبت آئے گی۔''

''کیوں، کیوں نہ آئے۔ محبت مجھ تم سے ہے کہ پیسے سے۔ بیٹا! زیور، پیسہ، مصنوعی نمائشی چیزیں ہیں۔ بے جان، بے روح۔ انسان کا وجود اصل حقیقت ہے۔ کیا کوئی وجود سے زیادہ بے جان چیزوں کو چاہ سکتا ہے؟ نہیں۔ تم میرے وجود کا حصہ، میرے عزیز بھائی کی نشانی۔ تم سے زیادہ مجھے

Pdf by Roadsign

کون پیارا ہوگا؟''

''ثناء۔''

''نہیں' تم نے سنا نہیں۔ ماں بیٹی دو ذات' پھپھی بھتیجی ایک ذات۔ میری چاند' خدا گواہ ہے۔ مجھے ثناء سے زیادہ عزیز ہو تم۔ میرے اکیلے بھائی کی اکیلی نشانی۔ یہ چہرا' یہ آنکھیں' یہ ماتھا۔ مجھے اپنے بھائی کی یاد دلاتا ہے۔''

پھپھو اسے بے قراری سے چومنے لگیں۔

''میری جان! اب تم یہاں سے کہیں نہ جانا' میرے پاس رہنا' ہمیشہ ہمیشہ۔ میں تمہارے ماموں سے مانگ لوں گی تمہیں۔ اچھا؟''

''پھپھو! میں خود جو آ گئی ہوں آپ کے پاس ہمیشہ کے لیے۔ مجھے سونے دیں اب۔''

اور وہ ایک لمحے کے اندر سو گئی۔ سرفراز اور اماں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

صبح بڑی سہانی تھی۔ رات کے بادل' غم کے بادلوں کی طرح کہیں غائب ہو گئے تھے۔ اب خوشی اس گھر کی دیواروں سے برس رہی تھی۔ جس گھر میں دس عیب نظر آتے تھے۔ آج وہاں سکون مل رہا تھا' تحفظ۔ کتنا ترس گئی تھی ایسے سکون کے لیے۔

سرفراز کچن سے ناشتے کی ٹرے اٹھائے آ رہا تھا۔

''سنیے محترمہ! آج تو آپ مہمان ہیں' اس لیے میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ کل مجھے صبح سویرے آفس جانا ہوگا۔ امید ہے آپ' اپنی مدد آپ کے تحت چائے پانی کا بوجھ اٹھا لیا کریں گی۔''

''سوری' میں کل آپ کے لیے بھی ناشتہ بنا دوں گی۔ کھانا بھی جیسا تیسا۔''

''اوہ' سیکھ لیا؟ ویری گڈ۔''

''سکھا دیا زمانے نے' وقت نے۔''

''خیر جس نے بھی سکھایا' اس کا شکریہ۔ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی' پی لو فٹافٹ۔''

''آپ' آفس۔ واہ' نئی خبر ہے۔'' کیسی ہلکی پھلکی ہو رہی تھی وہ۔ لاپروا' بے نیاز۔

فون پھپھو نے اٹھا لیا۔ ''ہیلو جی وعلیکم السلام۔ جی ہاں میں بول رہی ہوں ڈی سی سرفراز مجید کی والدہ۔ آپ کون۔ اوہ' اچھا' جی۔ پہنچ گئی ہے میرے پاس' رات کو پی آئی اے سے۔ سلمان کے دوست کی بیگم پہنچا گئی ہیں۔ خالی ہاتھ آئی ہے۔ آپ لوگوں کا بہت شکریہ میری امانت کی حفاظت کی اور بڑے وقت پر پہنچا دیا۔ جی میرا بیٹا اللہ کے کرم سے ڈی سی ہے۔ آپ' اوہ بند ہو گیا۔''

پھپھو نے ریسیور رکھتے ہوئے لمبا سانس لیا۔

''تمہاری مومانی کہتی ہیں۔ کسی کے ساتھ فرار' توبہ لاحول۔ رقم کا بھی ذکر کر رہی تھیں۔ ڈی سی کا

Pdf by Roadsign

نام سنتے ہی ٹھنڈی پڑ گئیں۔
فریال کے حلق میں چائے پھنسنے لگی۔ آنکھیں بھر آئیں۔ سب کچھ ان لوگوں پر نثار کر دیا پھر بھی الزام اور کتنے دکھ لکھے ہیں قسمت میں۔
"پھپھو! سچ بتائیں۔ آپ کو کبھی یہ معلوم ہو کہ میں نے اپنی حماقت سے اپنا ہی نقصان کر دیا ہے' آپ کا نقصان' سب کا' ہم سب کا نقصان تو آپ مجھے دھتکار دیں گی تو نہیں' مجھے....."
اور اس نے خود پر گزرنے والی ایک ایک بات پھپھو کو بتا دی۔ خود بھی روتی رہی' پھپھو کو بھی رلاتی رہی۔
پھپھو نے اس کے لرزتے' سسکتے وجود کو اپنی گرم آغوش میں بھر لیا۔
"میری جان! تمہیں یقین کیوں نہیں آتا۔ میرے لیے پیسہ دولت کبھی اہم نہیں رہے۔ دنیا میں برے بھلے سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بیٹا! ہر کسی کا عمل اس کے ساتھ جائے گا۔ تمہیں جو بھی دکھ پہنچے اپنوں سے اور وہ جو صابہ تمہیں یہاں پہنچا گئی ہیں وہ تمہاری کون تھیں۔ کوئی نہیں۔ پہلے انہوں نے تمہیں چیک بک دی پھر تمہیں میرے گھر چھوڑ کر گئیں اور تمہیں ہماری امانت کا نام دیا۔ وہ محسن بھی ہیں ہماری۔ میں ان کا شکریہ ادا کروں گی۔"
"آپ نے مامی کا بھی شکریہ ادا کیا۔ کیوں' انہوں نے مجھ سے....."
"بھول جا بچی۔ دیکھ میری جان! پیسہ' دولت میرے لیے تمہارے مقابلے میں اتنا بے حقیقت ہے جیسے تھوک دینے والا اگال۔"
انہوں نے اخ کر کے اگالدان میں تھوک دیا۔ وہ پھپھو کو دیکھتی رہ گئی۔ کیسا فلسفہ بیان کیا تھا۔ پھپھو دانشور بھی ہیں۔
سرفراز کچن میں دوپہر کا کھانا تیار کر رہا تھا۔
یہ خواتین کتنے آنسو بہائیں اور وہ ایک دریا کا روپ دھار لیں مگر میری اس خوشی کا مقابلہ کیا کرے گا وہ دریا' جو میرے اندر سے پھوٹ رہا ہے' سمندر کی طرح اچھل رہا ہے' پھیل رہا ہے' پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ بہرحال ایک بات طے ہے۔ مجھے میری امانت لوٹاتے ہوئے ان محترمہ کے چہرے پر پورا یقین' مسکراہٹ بن کر پھیل گیا تھا کہ وہ حق بہ حقدار رسید کے بموجب کامیاب ہو گئی ہیں۔ کامیاب بھی' کامران بھی۔ شکریہ ماموں جان' آپ نے اماں کو مایوس نہیں کیا۔ یہ آپ کی تمنا تھی کہ میری امانت مجھ تک پہنچے' پہنچ گئی۔ قدرت کے بہت عجیب اور پیچیدہ نظام کے تحت' دردناک انجام سے بچانے والی قوت۔ بے شک تو عظیم ہے' مہربان ہے۔

☆☆ ☆☆